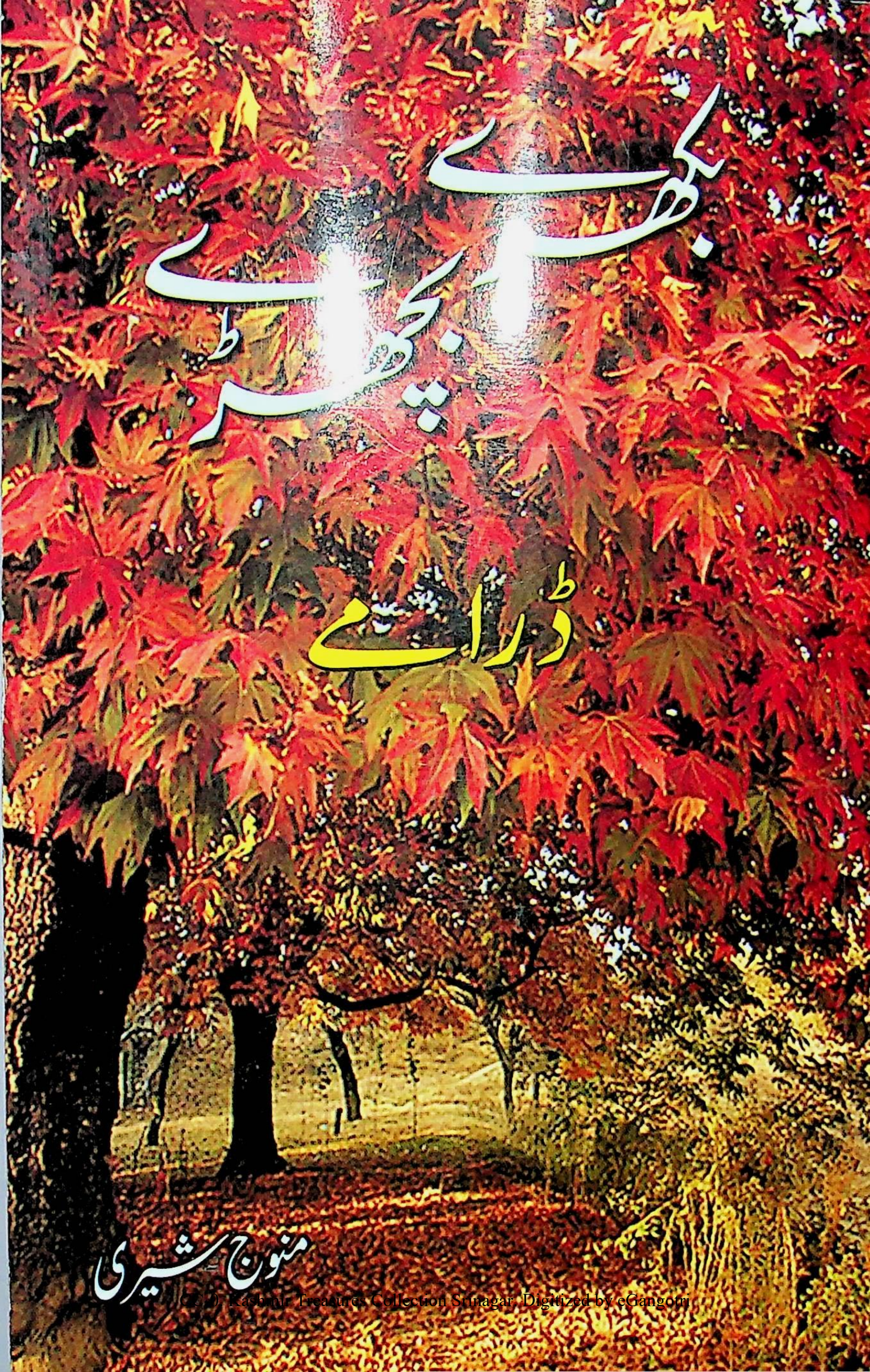

بکھرے بچھڑے
ڈرامے
منوج شیری

14

" اس کتاب کی طباعت کیلئے جموں و کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگو یجز سے مالی امداد حاصل کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ظاہر کی گئی آراء سے کلچرل اکیڈیمی کا بالواسطہ یا بلا لواسطہ کوئی تعلق نہیں اور نہ اس ضمن میں کلچرل اکیڈیمی پر کوئی ذمہ داری عائد ہوگی۔"

I am thankful to J&K Academy of Art, Culture and Languages for providing financial assistance for publishing of my manuscript titled *Bikhray Bichray*in Urdu language. The Academy shall not be responsible in any way for any sort of controversy, omission in the contentts of this book.

پیش لفظ

کشمیر قریب 22 سال سے نامسائد حالات سے گذر رہا ہے اور اس دوران پولیس نے جو کارکردگی کا مظاہرہ کیا وہ قابل داد وقابل تحسین ہے۔ محکمہ پولیس ایک ایسا محکمہ ہے جہاں نہ دن اور نہ رات کا تصور ہے، بس کام ہی کام، فرض ہی فرض ہیں۔ ایسے حالات میں بھی اگر کوئی پولیس افسر جس پر ذمہ داریاں زیادہ عائد ہوتی ہیں کوئی تخلیقی کام کر بیٹھے تو واقعی اس کی سراہنا کرنی چاہیے۔

منوج شیری پہلے ایک انگریزی اخبار میں کام کرتے تھے پھر پولیس کی نوکری اختیار کی۔ اس دوران انہوں نے ریڈیو کے لئے چار پانچ ڈرامے لکھے۔ جن میں سے دو ڈرامے میں نے پرڈوس کئے۔ یہ شریف آدمی ایک دن ریڈیو آکر مجھے ایک Script دیتے ہیں اور بڑی ندامت کے ساتھ کہتے ہیں ''اگر آپکو اچھا لگے تو اسے ریڈیو کے لئے تیار کیجئے''۔ کچھ دن بعد جب میں نے 'پاسک در' پہلے پڑھا مجھے واقعی اچھا لگا اور اسے

تیار کر کے پیش کر دیا۔ بہت سی فون کالز مجھے ملی جن میں کہا گیا کہ یہ آدمی ہے کون؟ جب آپ یہ ڈرامہ پڑھ لیں گے آپکو خود ہی پتہ چلے گا کہ اس میں کتنا درد (Agony) پوشیدہ ہے۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ اس ڈرامے کے بعد منوج کے حوصلے بلند ہوئے اور انہوں نے چار پانچ ڈرامے یکے بعد دیگرے لکھ ڈالے جنہیں لوگوں نے بہت پسند کیا۔ ان میں بکھرے بچھڑے، گھر، مشورہ اور نور قابل ذکر ہیں۔

منوج نے ان ریڈیو ڈراموں کو کتابی صورت دی ہے تا کہ لوگ انہیں پڑھیں اور میں امید کرتا ہوں کہ نقاد ان ڈراموں کو پڑھ کر ریڈیو ڈراموں کا سفر بھی طے کرلیں گے۔

1947ء میں جب ملک کا بٹوارہ ہوا تھا۔ تو نقادوں کا ماننا ہے کہ ہمارے شاعروں، ادیبوں نے کچھ ادب پارے تخلیق کئے اور ان 22 سالوں میں بھی ہم امید کرتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی ہمارے سامنے Classic ادب سامنے آئے گا۔ اس دن کا مجھے انتظار رہے گا۔

نثار نسیم

نام کتاب : بکھرے بچھڑے

موضوع : ڈرامے

مصنف : منوج شیری

سنہ اشاعت : ۲۰۱۶ء

تعداد : پانچ سو

قیمت : 250/ روپے

کمپوزنگ/ ڈیزائیننگ : گلوبل کیمونیکیشنز، جہانگیر چوک، سرینگر

: 8491000137

اشاعت :

یہ کتاب میں اپنے خاندان کے تمام افراد

''میری ماں 'شیلا'، میرے والد 'ایس این پنڈتا'، میری بیوی

'ڈاکٹر روبی'، میری بہن 'میناکشی'، میرے بیٹے 'کارتکے'

اور میری بیٹی 'پرینکا' کے نام وقف کرتا ہوں۔

مشمولات

بکھرے بچھڑے

کردار

۱۔ جل دیو
۲۔ شوکت
۳۔ آجے
۴۔ روی
۵۔ سنیل
۶۔ سمیر
۷۔ منظور
۸۔ شکیل
۹۔ اشرف
۱۰۔ ارپنا
۱۱۔ میرا
۱۲۔ حبلہ

ایکٹ نمبر (1)

(سٹیج پر دہشت کا منظر، زوردار ہوا و گرج کی آواز طوفان کا منظر۔ اس شور اور خوف کے ماحول میں ایک کالے کپڑے پہنے ہوئے آدمی سٹیج پر آجاتا اور Pedestal پر بیٹھ جاتا ہے۔ ایسے جیسے کہ چاروں طرف اُس کا راج ہو۔ اور ایک گرج دار آواز میں کہتا ہے۔)

میں جل دیو ہوں۔ وہی جل دیو جس کا خوف و دہشت آج سے 5000 سال پہلے سارے کشمیر میں تھا اور آج پھر میرا ہی راج ہے۔ آپ لوگوں نے شائد پڑھا ہو یا سنا ہوا کہ 5000 ہزار سال پہلے مجھے کشپ ریشی نے مارا تھا۔ تب لوگوں کو یہ لگا کہ میں مر گیا لیکن حقیقت یہ نہیں ہے کہ کشپ ریشی نے ستی سر کو خشک تو کیا لیکن میرے سر چھپانے یا روپوش ہونے کے لئے کافی پانی بچ گیا۔ میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل کبھی پانی میں چھپ جاتا، کبھی گھنے جنگلوں میں چھپتا تھا۔ جب بھی مجھے موقع ملتا میں لوگوں کے گھروں میں جھانکتا، اسکولوں اور کالجوں میں جھانکتا، دفتروں میں جھانکتا اور جب بھی کوئی موقعہ ملتا میں اُس کا پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا۔ لوگوں میں تھوڑی سے بھی نااتفاقی سے مجھے طاقت ملتی۔ کئی بار آج سے پہلے بھی میں نے اپنا راج جمایا اور کئی بار کچھ لوگوں سے ڈر کر مجھے بھاگنا یا پھر

سے روپوش ہونا پڑا۔ میرے اور ان نام نہاد اچھے لوگوں کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں۔ کبھی میں جیتا اور کبھی میں ہارا۔

(جل دیو چل کر دوسرے Spot کے نیچے آجاتا ہے)

کشمیر کی تاریخ میں میرا ایک اہم کردار رہا ہے۔ میرے روپ بدلتے رہے اور بدلتے رہیں گے، اسی کشمیر کے ایک گاؤں جو کہ ماٸے وار کے نام سے جانا جاتا ہے، میں دو لڑکیوں نے جنم لیا۔ یہ دونوں لڑکیاں لوگوں کو خوبصورت لگتی تھی۔ دونوں کی صورتیں یعنی خدوخال یا نین نقش بالکل حیرت انگیز حد تک ملتے ہیں۔ دونوں ایک جگہ بیٹھتی تو ایسا لگتا جیسے کہ دو جڑواں بہنیں بیٹھی ہوں۔ دو جڑواں بہنیں جن کی گود بھی سانجی ہوتی ہے اور جن کا بابل بھی ایک ہی۔ بالکل ان لڑکیوں کا بابل بھی ایک ہی تھا مائے وار اور ان کی گود مائے وار کی وادی۔ ایک لڑکی کا نام حبلہ اور پیار سے لوگ اُسے زون بلاتے تھے جبکہ دوسری لڑکی کا نام ارپنا ہے اور خوبصورت ہونے کی وجہ سے پیار سے اِرنی بلاتے تھے۔

(جل دیو اپنی بات جاری رکھتا ہے)

مائے وار خوش وخوشحال تھی۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں۔ بچے سانج ڈھلنے تک یعنی چراغ روشن ہونے تک گاؤں کے ایک بڑے صحن میں کھیلتے۔ بڑے کھیتوں میں دیر تک کام کرتے۔ وقت کا احساس کسی کو نہ

تھا۔اور میں چھپتا پھرتا موقعے کی تلاش میں بھٹکتا۔

(سٹیج پر کھیلتے ہوئے بچے۔۔آرِیو، مارِیو ٹاریو چ......بشتہ بشتہ بار یو......وغیرہ وغیرہ

کچھ کردار (Body) جسم کا استعمال کرتے جیسے کہ وہ کام کرر ہے ہوں یا گھر واپس آرہے ہوں وغیرہ)

(جل دیو پھر سٹیج پر آجاتا ہے)

(اونچی آواز میں کہتا ہے)

اور جس موقعے کی مجھے تلاش تھی وہ ایک دن مل گیا۔آسمان تو بالکل صاف تھا۔کہیں سے مجھے تھوڑا دھواں ملا جس کو میں نے کالے بادلوں میں بدل دیا۔دیکھتے ہی دیکھتے میں نے نیلے آسمان کو کالا کر دیا۔سورج کچھ اس طرح سے چُھپ گیا کہ آج تک اُس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے یہ لوگ تڑپنے لگے۔دیکھتے ہی دیکھتے میں نے آسمان سے اولے برسائے اور ان اولوں نے کئی دامن داغ دار کیے۔جس کسی پر اولہ گرتا وہ درد سے تڑپ اٹھتا۔کبھی اولے دائیں کا رُخ کر کے گرتے تو کبھی بائیں کا رُک کر کے گرتے۔بجلیوں کے چمکنے میں اور اِس اولوں کی برسات میں ایک بھگدڑ مچ گئی۔کسی بھی باشندے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔اور اسی بھگدڑ میں لوگ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔کچھ پہاڑ کے ایک طرف اور کچھ دوسری طرف

آ گئے ۔حبلہ اور ارپنا بھی ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں۔

(زور دار گرج کی آواز بن......Flickers کا استعمال......

Stage پر بھگڈر اور ایک مصنوعی دیوار کا وجود میں آ جانا۔کرداروں کا ایک دوسرے سے بچھڑ جانا اور سٹیج خالی ہو جانا۔

سٹیج کی ایک اور سے ایک آدمی جو کہ کسی اسکول کا چپراسی لگتا ہے۔ ایک کاغذ ونگ پر چپکا تا ہے۔اور اسٹیج کی دوسری اور سے بھی بالکل اسی طرح ایک آدمی نکل کر ایک کاغذ ونگ پر چپکا تا ہے۔سٹیج کی بائیں طرف سے چار لڑکے نکلتے ہیں (اس طرح ایک چھوٹا ساTent سٹیج کی دائیں طرف بھی چار لڑکے نکلتے ہیں (اس طرف سیڑھیاں بنی ہوئی ہے اور ساتھ میں کھمبا جلا ہوا)۔تین لڑکے ایک جگہ بیٹھتے ہیں اور ایک لڑکا کھڑا ہے(Still)۔بائیں طرف سے بھی دو لڑکے سٹیج کے کونے میں جا کر جیب سے کچھ ٹٹو لتے ہیں اور دو لڑکے ایک کتاب کو ہاتھ میں لے کر ایک اخبار نکالتے ہیں۔)

(سٹیج کے دائیں طرف)

ایک لڑکا: ارے آجے ماچس دینا سگریٹ جلانا ہے۔

آجے: یار یہاں سگریٹ نہیں پئیں گے۔Principal نے دیکھ لیا تو ......چلو اُس کونے میں پیتے ہیں۔

(تینوں لڑکے اُٹھتے ہیں ۔ ایک لڑکے کی نظر ونگ پر لگے Notice پر ٹکتی ہے۔ لگتا ہے جیسے Examination کا Notice لگا ہوا ہے۔)

آ ج:۔ ارے یار امتحان ہوجاتے تو جان چھوٹتی۔ نہیں تو Graduation کرتے کرتے پورے 12 سال لگ جائیں گے۔ تب تک تو ہم نوکری کیلئے overage ہو جائیں گے۔

دوسرا لڑکا: یونیورسٹی بھی تو امتحان نہیں لیتی۔

(اتنی دیر میں ایک لڑکا جو Notice پڑھ رہا ہوتا ہے)

لڑکا: لو جی Inter College Theatre Festival ہو رہا ہے۔ الو کے پٹھے۔

(ایک لڑکا کونے سے نکل کر Notice کو اُکھاڑتا ہے۔ ہاتھ میں لے کر کہتا ہے۔)

لڑکا: رہنے کے لئے خیمہ، پڑھنے کے لئے خیمہ اور یہ بیوقوفی جس کا نام Inter College Theatre Festival ہے وہ بھی شائد خیمے میں ہی ہوگا۔

دوسرا لڑکا: پھر تو اس کا نام Theatre Festival Under Tent ہونا چاہیئے۔

آ جے: بس یہی تو ہے وہ.......... یہی ہے وہ بری بات جب کوئی اچھا
کام ہونے والا ہو یا ہو رہا ہو ہم لوگ اس کے اوپر طنز کرتے ہیں۔
بس ایک ہم حقیقت سے دور Satire مارنے شروع ہو جاتے
ہیں۔

دوسرا لڑکا: یہ کون سے اچھا کام ہونے والا ہے۔

تیسرا لڑکا: اب ہماری Total Development پر کون سے
Lecture دے رہے ہو۔

آ جے: Theatre Festival یا کوئی بھی Cultural Festival کو
Organise ہی اس لئے کرتے ہیں کہ.......................

دوسرا لڑکا: اس لئے کرتے ہیں کہ اس سے ہم اپنی تہذیب، سنسکرتی، تمدن
Culture وغیرہ وغیرہ کو دکھاتے جو کہ ہمیشہ ہی سے مشکلوں سے
گذر رہا ہے اور گذرتا رہے گا۔

تیسرا لڑکا: اور ابھی آجے شروع ہو جائے گا۔ ہماری Culture کو
Satelite TV اور Roppet Merdock سے خطرہ
ہے۔ اور ہاں اس پر تو پورا Analysis کر دے گا۔ پھر
Foreign Media کو یہاں آنا ہے کہ نہیں۔

اجے: پھر وہی بات کا بتنگڑ (شرارت کے ساتھ) ایک Theatre

Festival ہو رہا ہے جس میں ہم اپنے تمدن کو دکھا سکتے ہیں۔ (ایک لڑکے کی اور مڑ کے)

(روی کی اور اشارہ کر کے)

ہاں تو ابھی باتیں بنا رہا تھا نا۔ مجھے ذرا اپنا نام کشمیری میں لکھ کے دکھا۔ میں بھی مانوں۔ ابھی تو کیا لکھے گا۔ جب ہمارے ماں باپ کو لکھنا نہیں آتا تو ہمیں کیا آئے گا۔ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ تو مجھے ذرا نامور کشمیری شاعروں کے نام بتا۔ تو کہہ نہیں سکتا۔ جب تم اور تمہارے گھر والوں میں اس بارے کبھی بات ہوئی ہی نہیں تو تمہیں معلوم کیسے ہوگا۔ ارے اپنی جڑوں کو جانو۔

تیسرا لڑکا: ٹھیک ہے بھائی ٹھیک ہے Theatre Festival ٹھیک ہے۔

آ ج: آہا یہ ہوئی نا بات چل پلا سگریٹ۔

لڑکا: نہیں یار میں نے چھوڑ دیئے ہیں۔

دوسرا لڑکا: اچھا یار پھر چلتے ہیں۔

آ ج: ارے یار تو چلا کہاں تو ہی تو میرا یوسف شاہ چک ہے۔

دوسرا لڑکا: کیا.........؟

آ ج: کچھ نہیں۔ دیکھو Theatre Festival ہو رہا ہے۔ اچھی بات ہے اور ہم کو.........ہم کو بھی اس میں حصہ لینا چاہئے۔

تیسرا لڑکا: کیا بات ہے بنا Library کے Competative Exam پاس کرو۔ Labarotary کے بناء سائنس پڑھو۔ اور اب آ جے چاہتے ہیں کہ Theatre یہ نہیں ہوسکتا۔

دوسرا لڑکا: ارے روی آ جے نے کیا کم دماغ چاٹا ہے کہ اب تم چاٹنے لگے۔ ویسے بھی Theatre دنیا بھر میں Volunteers سے ہی چلتا ہے۔ اور آ جے تو ایک نمبر کا Volunteer ہے۔ اور پھر دیکھتے ہیں کہ آ جے کے دماغ میں بھی کیا ہے۔

آ جے: تو ہم بھی اس Theatre Festival میں حصہ لیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم لوگ ریہرسل Tent میں کریں گے۔ کیوں روی ٹھیک ہے نا۔

روی: ٹھیک ہے بھائی۔ اگر تمہارا دماغ خراب ہی ہو گیا ہے تو یہ ہی سہی۔

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (2)

(ونگ پر لگا ہوا Notice) کچھ لڑکے سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے

شوکت سگریٹ پلا یار۔

دوسرا لڑکا: ارے پاگل آہستہ بول معلوم نہیں سگریٹ پر بین (Ban) لگ گیا ہے۔

شوکت: معلوم ہے۔ معلوم ہے۔ سگریٹ پر پابندی ہے۔ چل سگریٹ پلا۔

(شوکت سگریٹ سلگانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک لڑکا کوئی گیت گنگناتا ہے اور Stage پر ٹہلتا ہے۔ ٹہلتے ٹہلتے اُس کی نظر Notice پر پڑتی ہے۔)

لڑکا: ڈرتے ہوئے ایک اور دھمکی.................

(اُس ہاتھ کا رُخ (Notice) کی طرف جاتا ہے۔)

(سبھی لڑکے سہم جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی اور بتوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ Stage بے حس وحرکت ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکا آہستہ آہستہ سہما سہما اُس Notice کی طرف بڑھتا ہے۔)

ایک لڑکا: یار یہ اُن کی دھمکی تو نہیں لگتی ہے؟

کاغذ کچھ لمبا ہے اور Type کیا ہوا ہے۔

دوسرا لڑکا: یار پھر Police کا نوٹس ہوگا کہ Department خالی کر دو۔

تیسرا لڑکا: ایک دن اُن کی دھمکی۔ یہ کرو نہیں تو وہ کیا جائے گا۔ دوسرے دن ان کا Notice علاقہ خالی کرو۔ بند کرو یہ سب۔ ہم تنگ آ چکے ہیں (زور سے)

"آو، اس Notice کو پھاڑ دیتے ہیں"۔

دوسرا لڑکا: نہیں یار اگر اُن کو پتہ چلا تو غضب ہو جائے گا۔

تیسرا لڑکا: یار ڈرو نہیں ہم سب مل کر اسے پھاڑ دیں گے۔

چاروں لڑکے اُٹھ کر Notice Board کی طرف بڑھتے ہیں۔

ہاتھ Notice پر جانے سے پہلے۔ ایک لڑکا پڑھنے لگتا ہے۔

"It is hereby informed to the interested students that A Theatre festival is being organised."

Theate Festival" ہو رہا ہے...... "HA..HA..HA"

ایک لڑکا: بے وقوف ادھر گولیوں کی بارش ہو رہی ہے اور یہ Theatre Festival کروا رہے ہیں

دوسرا لڑکا: کیوں شوکت تمہیں کیسا لگا یہ مذاق۔..........

شوکت: یہ بات تو صحیح ہے کہ حالات ٹھیک نہیں۔ مگر حالات اتنے بھی تو خراب نہیں کہ ایک ڈراما بھی نہ کیا جا سکے۔ جس میں ہم اپنے آج

کو دکھا سکیں۔

سبھی لڑکے شوکت کے ارد گرد کھڑے ہو کر غور سے اس کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔

ایک لڑکا: ارے ہمارے آج پر تو Media Experts/Rights Activists ہر ایک ملک میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ بات کرنی ہے تو ہمارے کل کی بات کرو کہ ہم کس قدر خوش تھے۔ ہمارا حال تو بے حال اور مستقبل، معلوم نہیں

شوکت: حال جیسا بھی ہو لوگ تو دیکھتے ہی ہیں۔.........

شوکت: ٹھیک ہے تو پھر Participate کریں۔ مگر یار.......... سمیر ہوتا ہے...............

دوسرا لڑکا: واقعی یار سمیر کول غضب کا Actor ہے۔ مگر؟

شوکت: تو پھر فیصلہ ہوا کہ حصہ لیں۔

سبھی لڑکے ایک ساتھ: بالکل بالکل

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (3) شروع

سٹیج کے بائیں طرف سے آجے اور اسکے دوست نکلتے ہیں۔ آجے اُن سے کچھ وقت پہلے ہی سٹیج پر موجود ہوتا ہے۔ تین لڑکے اُسکے بعد سٹیج پر آجاتے ہیں۔

آجے: ہاں بھائی آگئے آپ لوگ۔

ایک لڑکا: آپ بلائیں اور ہم نہ آئیں۔ ایسے تو حالات نہیں (گنگناتے ہوئے)

دوسرا لڑکا: مذاق چھوڑ یار۔

اجے: ہمارے پاس صرف ایک مہینہ ہے۔ اس مہینے میں ہم نے ایک Full Length Play تیار کرنا ہے۔

ایک لڑکا: Script کس کی ہے؟ لکھنے والا کون ہے؟

دوسرا لڑکا: رہرسہل کہاں پر کریں گے؟

آجے: سب کچھ ہو جائے گا، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔
ہاں یار یہ سمیر کہاں ہے؟۔

دوسرا لڑکا: کچھ دیر کے بعد آئے گا۔ کہہ رہا تھا کہ گھر کے لئے مٹی کا تیل لانا ہے۔

ایک لڑکا: ہاں یار مٹی کے تیل کی تو بڑی قلت ہے۔ اس کی تلاش میں گلی گلی بھٹکنا پڑتا ہے۔

دوسرا لڑکا: ابھی کل مجھے راشن کی دُوکان سے راشن لانا تھا۔ پورے تین گھنٹے لگے۔ اب بتاؤ ہم کیا خاک پڑھیں گے۔

گھر کا کام ہماری اپنی پریشانیاں۔ یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے جس سے ہمارا Result پہلے کی طرح اچھا نہیں ہے۔

ایک لڑکا: ارے دیکھو سمیر دی گریٹ آ گیا۔

سمیر: ارے بھائی یہ اُداسی کا ماحول کیوں ہے۔ کیا یہاں پر سیکریٹری سطح کی بات چیت ہو رہی تھی۔

آجے: نہیں یار ایسا کچھ نہیں۔ میں نے تم کو بتایا تھا کہ ہم لوگ ایک ڈراما کرنا چاہتے ہیں۔

سمیر: ادھر تو روز ہی ڈرامے ہوتے ہیں۔ پھر بھی خیال کوئی برا نہیں ہے۔ پھر دیر کس بات کی ہے۔ شروعات کیوں نہیں ہو رہی۔

ایک لڑکا: اب مشکل یہ ہے کہ ڈرامے کے لئے نہ ہی کوئی Script چنا گیا ہے اور نہ ہی ریہرسل کرنے کی کوئی جگہ۔

سمیر: یہ بھی کوئی بات ہے۔ جس طرح سے سبھی لوگ کرتے ہیں جو ڈرامے پہلے ہی کھیلے گئے ہوں، اُن میں ایک چن لو جیسے Shakespear کا Kinglear وغیرہ وغیرہ۔

آجے: میں نہیں چاہتا کہ ہم وہ ڈراما کھیلیں جسے لوگ دیکھ کر تنگ آ چکے ہوں۔ ہمارے یہاں کیا لکھنے والوں کی کمی ہے۔ ہم لوگ جس ماحول میں رہتے ہیں اور جو ہماری تہذیب ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ایسا ڈرامہ کھیلیں جس سے ہمارے تہذیب اور تمدن کو فروغ ملے۔

سمیر: ٹھیک ہے تو پھر کون ساڈراما چُن لیا ہے۔

آ جے: میں تو چاہتا ہوں کہ حبہ خاتون کھیلا جائے۔

(اس بیچ میں جل دیوا ایک چکران لڑکوں کے سامنے سے لگاتا ہے)

ایک لڑکا: حبہ خاتون..............

آ جے: ہاں حبہ خاتون۔ کیوں؟

دوسرا لڑکا: ارے چھوڑ و یار یہ خاتون وغیرہ۔ ہم اب اُس تہذیب سے الگ ہو گئے ہیں۔

ایک لڑکا: بالکل صحیح۔ اب بھول جاو وہ پرانی تہذیب ہمیں اپنی نئی کوئی تہذیب......

آ جے: (غصے میں) کیا ہو گیا ہے ہم لوگوں کو۔ ہمارا تمدن سانجھا ہے۔ ٹھیک ہے ہم لوگوں کی دوستی میں ایک دوری آ گئی ہے۔ لیکن شاعر اور لکھنے والے کسی بھی قوم یا ریاست کے سانجے ہوتے (تھوڑی دیر کے لئے خاموشی ہو جاتی ہے)

سمیر: آ جے تم ٹھیک کہتے ہو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ میری ماں تو ابھی بھی حبہ خاتون کے گانے اُسی طرح گنگناتی ہیں، جس طرح کشمیر میں گنگنایا کرتی تھیں۔

آ جے: تو پھر ٹھیک ہے۔

ایک لڑکا: ٹھیک نہیں ہے اگر حبہ خاتوا کھیلا گیا تو میں اس میں حصہ نہیں لوں گا۔

دوسرا لڑکا: اور میں بھی نہیں۔

(Stage پر پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے، لڑکے چاروں چار سمتوں میں چلے جاتے ہیں، ایک دوسرے کو ایسے دیکھتے جیسے کہ ایک دوسرے کے بارے میں سوچتے ہیں۔)

سمیر: ارے روی بات سننا۔

روی:۔ کیا ہے سمیر اگر ہم ارینہ مال کھیلیں تو۔

روی:۔ ٹھیک ہے۔

سمیر: آجے ذرا اِدھر آنا۔ میں نے اور روی نے فیصلہ کیا کہ ارینہ مال کھلیں گے۔

آجے: ٹھیک ہے۔ مگر میری نظر میں حبہ خاتون اور ارینہ مال (کچھ ہچکچاتے ہوئے) دونوں میں کچھ خاص فرق نہیں۔ فرق جو کچھ بھی ہوگا وہ دوسروں کے لئے ہوگا۔

سمیر: تو ٹھیک ہے۔ ارینہ مال کا Script میں کہیں سے ڈھونڈ لاتا ہوں۔

روی: کہاں سے ملے گا۔

سمیر: یار Sahitya Academy کی ایک Series ہے۔ Makers of our Literature۔ اس میں دیکھ لوں گا۔ اگر نہیں ملتی تو بھی کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈا لے آؤں گا۔

آجے: تو پھر ٹھیک ہے۔ کیوں روی۔

روی: بالکل ٹھیک ہے۔

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (4) شروع

(سٹیج کی ایک اور سے چار لڑکے نکلتے ہیں)

ایک لڑکا: ہاں بھائی سب لوگ تیار ہیں۔

دوسرا لڑکا: ہاں منظور بھائی سب لوگ تیار ہیں۔

منظور: کسی کو کوئی ڈر تو نہیں لگ رہا۔

ایک لڑکا: ڈر کس بات کا، ہم کوئی غلطی کر رہے ہیں کیا؟

منظور: ہم کوئی غلطی تو نہیں کر رہیں۔ اگر غلطی کریں بھی تو دوسرے دن اخبار میں اشتہار لگا کر کہہ دیں گے کہ ہمارا مطلب صحیح طور پر یہ نہیں تھا (سب لڑکے ہنستے ہیں)

تیسرا لڑکا: تو سب تیار ہیں۔ کون ساScriptچنا گیا ہے۔

منظور: سنو بھائی میں پٹن میں رہتا ہوں۔

شوکت: معلوم ہے تو پٹن میں رہتا ہے۔

منظور: بات تو پوری کرنے دو۔

شوکت: کرو بھائی پوری بات کرو۔ پوری بات کرنے کے لئے لوگ ٹنوں کے حساب سے روز کاغذ خراب کرتے۔ پھر بھی باتیں ادھوری رہ جاتی ہیں۔

منظور: ٹھیک ہے بھائی ٹھیک ہے تم ہی بولو۔

شوکت: ایسا بھی کیا ہوا جو تم ناراض ہو گئے۔ جیسے میں نے تمہارا Freedom

Violate Right کا to expression کیا ہو۔

منظور:۔ خدا کے واسطے چُپ ہو جاوَ اور سنو۔ میں پٹن میں رہتا ہوں۔ اور معلوم ہے پٹن کیوں مشہور ہے۔ وہاں پرانے مندروں کے کھنڈر تو ہیں ہی۔ ساتھ ہی پٹن سے کچھ دور ایک گاؤں ہے پلہالن یہاں کی ایک شاعرہ بھی مشہور ہے۔ کیا غضب کا لکھا ہے۔

ایک لڑکا: یہاں شہر کے شاعر لکھنے سے ڈرتے ہیں اور اس کے گاؤں کی شاعرہ غضب کا لکھتی ہیں۔

منظور: آج کل نہیں لکھتی۔ اُس نے تو بہت پہلے لکھا ہے۔

شوکت: ٹھیک ہے۔ کیا لکھا ہے۔

منظور: اُس نے کیا کیا نہیں لکھا۔ مگر افسوس ہمارے پاس اتنا وقت کہاں کہ ہم اپنے شاعروں کو اچھی طرح سے جانیں۔ ہم دوسری زبانوں میں لکھنے والوں کی خوب تعریف کرتے ہیں۔ ہماری University آئے دن ان لوگوں پر مباحثے کرواتی ہے، جنہوں نے ایک لفظ بھی ہمارے لئے نہیں لکھا۔

شکیل: بھائی یہ تو بتاوَ اُس نے کیا لکھا۔

منظور: اُس نے لکھا ہے۔

ارنی رنگ گوم شراون ہی یہ کرای اے درشن دیئے۔

شوکت: کیا شعر ہے۔آگے بتا یار......ارنی رنگ گوم شراون یہ

شکیل: یہ کس کا لکھا ہے۔کمال کی شاعری ہے۔

منظور: یہ لکھا ہے۔اِرنی مال کا۔

شکیل: ارنی مال مسلمان تھی یا ہندو۔

ارے بھائی شاعر کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔وہ کسی مذہب کا نہ ہو کے بھی سب سے مہذب ہوتا ہے۔ ہندو بھی ہوتا ہے۔مسلمان بھی اور کرسچن بھی۔

شکیل: پھر بھی۔

شوکت: وہ شاعرہ ہندو گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔

دولڑکے: وہ ہندو تھی۔

شکیل: پھر تو یہ Play ہو ہی نہیں سکتا،کیا ہم مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں ہے۔جس کی شاعری کو ہم زندہ رکھ سکیں......(جل دیو دائیں سٹیج کے دائیں اور سے نمودار ہوکر بائیں اور چلا جاتا ہے)

منظور: ہم شاعری کو زندہ رکھنے والے کون ہوتے ہیں۔

شکیل: شاعری تو خود بخود زندہ رہتی ہے۔

شکیل: یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔ ہمیں کسی مسلمان شاعر کی شاعری کو آگے بڑھانا ہے۔

منظور: بس شکیل بس۔ خداوندا ہم کس دور میں آ گئے ہیں۔ ہم نے تمہیں پہلے ہی کئی نام دیئے ہیں۔ تمہاری زمین کو کئی بار بانٹا ہے۔ سورج کا نام کئی بار بدل دیا ہے۔ ندیوں کا نام بدل دیا ہے اور اب شاعروں کو بانٹنے جا رہے ہیں۔

شکیل: تمہاری اس لمبی چوڑی تقریر سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ارنی مال ایک ہندو تھی۔ بس ہندو شاعرہ کی شاعری ہم آگے نہیں بڑھانے دیں گے۔

منظور: ٹھیک ہے۔ ارنی مال کی شاعری آگے نہ بڑھاؤ مگر یاد رکھو۔ خدا کا نام کچھ بھی ہو خدا خدا ہی رہے گا۔ سورج کا نام کچھ بھی رکھو سورج سورج ہی رہے گا۔ بدلے گا نہیں اور ندی کا نام کچھ بھی رکھو، اُس کا منبہ بدلے گا نہیں۔

شکیل: تو اگر ارنی مال کرنا چاہتا ہے تو میں ساتھ دینے کیلئے تیار نہیں (سبھی لڑکے خاموش ہو جاتے ہیں اور اسٹیج پر خاموشی چھا جاتی ہے)

ایک مایوس دھن..... Violen کا استعمال......

شوکت: تم دونوں کی باتیں غور سے سنی۔ہم لوگ آپس میں لڑ کر ہی مرجائیں گے۔ میری بات سنو۔وقت بہت کم ہے۔اور کوئی نہ کوئیPlayضرور کرنا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ارنی مال ہی کریں۔کوئی دوسرا پلے کریں گے۔

کیوں منظور......

منظور: ٹھیک ہے۔ایسا نہ مانو تو...... کسی دوسرے طریقے سے مان ہی جاؤں گا۔

شوکت: ہم حبہ خاتون کھیلتے ہیں۔

اشرف: ہاں حبہ خاتون ٹھیک ہے کیوں شکیل بھائی۔

شکیل: ٹھیک ہے۔مگر منظور کو اگر منظور ہو کیونکہ شاعروں اور شاعری کے بارے میں اُس کو زیادہ علم ہے۔

شوکت: پھر ٹھیک ہے شکیل کل ہیScriptساتھ لے آئے گا۔اب تم چلو۔

اشرف: چلو شکیل۔

اشرف اور شکیل چلے جاتے ہیں۔شوکت منظور کو ہاتھ کا سہارا دے کر اُٹھانا چاہتا ہے۔

منظور: چھوڑ یارYou have let me down۔تمہیں تو معلوم ہے پھر بھی۔

شوکت: یار Compromise تو کرنا پڑتا ہے۔اور وہ بھی آج کل کے
حالات دیکھ کر۔

منظور: غیروں سے کیا شکوہ کرنا۔ہمیں تو اپنوں نے لوٹا۔

شوکت: ارے منظور اتنا Senti نہ ہو۔
دیکھ یار تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس University میں خود ارنی
مال کھیلوں۔

منظور: (منظور کی آنکھیں چمکتی ہیں) وعدہ۔

شوکت: تمہارے ساتھ وعدہ رہا۔

منظور: یار مجھے ارنی مال کی شاعری بہت اچھی لگتی ہے۔شاعر سبھی ایک
جیسے ہوتے ہیں مگر مجھے وہی زیادہ پسند ہے۔

شوکت: دیکھنا ایک دن تیرا یہ خواب میں پورا کروں گا۔تمہارے ساتھ
وعدہ رہا۔پھر چلیں؟
منظور ہاں پھر چلیں۔

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (5) شروع

(سٹیج کی ایک اور دو لڑکے نکلتے ہیں۔ ایک لڑکے کے ہاتھ میں کوئی کتاب ہے)

دوسرا لڑکا: کیوں سمیر ملا ارنی مال پر کوئی Literature۔

سمیر: نہیں یار۔ میں نے بہت ڈھونڈا۔ کلچرل اکیڈیمی کا کتاب گھر بھی ڈھونڈا مگر نہیں ملا۔

آجے: اگر Shakespear کا کوئی فیچر ڈراما بھی ڈھونڈتے وہ تو مل جائے گا مگر ہمیں ہمارے ڈرامے نہیں ملیں گے۔

سمیر: چل چھوڑ دُکھی نہ ہو۔ یہ لو میں نے کچھ Material جمع کیا ہے۔

(سمیر کچھ Material آجے کو دے دیتا ہے)

آجے: یار تم نے میری مشکل حل کر دی۔

(دو اور لڑکے سٹیج پر آجاتے ہیں)

آجے: ہاں روی کوئی کمرہ ملا ریہرسل کرنے کے لئے۔

روی: نہیں۔

آجے: کیوں۔ جس سے بھی بات کرتے ہیں وہ سبھی بہت زیادہ پیسہ مانگ رہے ہیں اور ساتھ میں اڈوانس بھی۔

سمیر: پھر کیا ہوگا۔ادھر وقت نکلتا جا رہا ہے۔
آ جے: کوئی مشکل نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ حل نکل آئے گا۔ہاں یہ جوڑی
دار چپ چپ کیوں ہے۔
سمیر: (سونگھتے ہوئے) کسی چیز کی بد بو آ رہی ہے۔
آ جے: ہاں بو آ رہی ہے۔
(دونوں کی نظریں سونیل پر ٹک جاتی ہے)
سمیر: تو نے شراب پی ہے۔
روی: شراب تو عزت والے لوگ پیتے ہیں۔اس نے تو لفافہ پیا ہے۔
آ جے: مگر کیوں؟
روی: اس الو کے پٹھے ہی سے پوچھو مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔
آ جے: ابے الو کے پٹھے تو نے شراب کیوں پی ہے۔
اپنی بیوہ ماں کی اور دیکھ۔اپنے بھائی کی طرف دیکھ۔اپنی بہن کی
طرف دیکھ۔اُن کے بارے میں تو سوچا ہوتا۔
روی: اس کو کیسی چنتا۔گھر تو اسے جانا ہی نہیں،کہیں گلی میں سو جائے گا۔
سمیر: میں بھی سوچتا تھا کہ کشمیر میں اس کے اچھے نمبر آتے تھے۔
یہاں دن بہ دن پیچھے کیوں ہو رہا ہے۔
آ جے: تم اس کو یہاں کیوں لائے۔ایسے لڑکے کے لئے ہمارے پاس

وقت نہیں۔اس کو لے جاو یہاں سے

(سمیر سنیل کو پکڑ کر لے جانے کی کوشش کرتا ہے)۔

سنیل: سمیر کو دھکا دے کر۔مجھے باہر پھنکنے سے پہلے سنو۔میں کیوں پیتا ہوں۔میں پیتا ہوں۔میں اوروں کی طرح نہیں کہوں گا مجھے سرور آتا ہے۔میں جب ایک دن پی کر گھر گیا تو گھر والوں نے مجھے گھر سے باہر کر دیا۔میں گلی میں آیا۔گلی میں دیر تک ٹہلتا رہا۔آخر ایک پتھر کو سرہانا بنایا اور میری آنکھ لگ گئی۔کیا کھلی جگہ تھی۔نہیں تو کرایے کے کمرے میں کروٹ بھی نہ بدل سکتا۔مجھے کسی نے صبح صبح اُٹھنے کے لئے تنگ نہیں کیا۔مجھے ایسے لگا جیسے گھر میں اپنے کمرے میں رات بھر پڑھنے کے بعد صبح دیر تک سو رہا ہوں اور گھر والے جان بوجھ کر مجھے اُٹھانے کی کوشش نہیں کر رہے۔

روی: یہ تو کوئی Justification نہیں ہے شراب پینے کی۔

سنیل: میں کہاں اپنے پینے کی Justification دے رہا ہوں۔

(کچھ دیر کے لئے چپ رہنے کے بعد)

جب میں پی کر تم لوگوں اور دوستوں سے ملتا ہوں تو کوئی بھی مجھے اپنے کشمیر کی باتوں سے بور نہیں کرتا۔کوئی مجھے کو یہ کہہ کر آج اُس کا باپ مارا گیا۔پچھلے سال ہم گلمرگ میں تھے۔گھر کتنا پیارا تھا۔

ان باتوں سے میرے دل کو تکلیف ہوتی جب میرے منہ سے شراب کی بدبو آتی ہے تو کوئی مجھ سے ان تکلیف دینے والے معملات کے بارے میں گفتگو نہیں کرتا۔ تینوں لڑکے غور سے سننے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے چُپ رہتے ہیں۔

آجے: کچھ کچھ تو ٹھیک ہی کہتا ہے۔ اس بیچارے کو اُدھر بیٹھا دے روی۔

سمیر: اچھا تو شروع کریں۔

آجے: اب چونکہ کمرہ ملنا مشکل نظر آرہا ہم فی الحال اس Tent کے اندر ہی شروع کرتے ہیں۔

روی: ڈراما میں کل کتنے کردار ہیں۔

آجے: اس میں Main Character تو دو ہی ہیں۔ ارنی مال اور اس کا شوہر بھوانی داس کا چر و اور اس کے علاوہ پانچ اور کردار ہیں۔

روی: بھوانی داس کا رول کون کرے گا۔

آجے: بھوانی داس کا رول ویسے سمیر کرے گا۔

روی: اور ارنی مال کا رول؟

آجے: میں نے دو ایک لڑکیوں سے بات کی ہے۔

(اتنے میں دو لڑکیاں سٹیج پر آجاتی ہے)۔

ایک لڑکی: ہیلو سمیر۔ ہیلو آجے۔ ہیلو روی۔ ہیلو

سنیل: ہیلو حبلہ۔

لڑکی: کچھ چونک سا جاتی ہے۔ میں حبلہ نہیں میں ارپنا ہوں۔

سونیل: لیا فرق ہے۔ حبلہ اور ارپنا میں دونوں تو......بس......بس۔

سمیر: تم بھی Theatre پسند کرتی ہو۔

ارپنا: پہلے تو میں آپ کو اپنی دوست سے ملاتی ہو۔ یہ ہے۔ میرا

سنیل: لیکن یہ تو میرا سے بہت دور لگتی ہے۔

روی: تو چُپ نہیں رہ سکتا ہے۔

ارپنا: میں تو Theatre بہت زیادہ پسند نہیں کرتی مگر اگلے روز میں نے آجے کو کچھ لڑکیوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے سُنا۔ مجھے کچھ اچھا لگا۔

آجے: جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔ ہم ارنی مال کھیلنا چاہتے ہیں ۔اس سلسلے میں ایک کردار کا ہم نے انتخاب کرلیا ہے۔ اب دوسرے کرداروں کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔

روی: تو پھر ارنی مال کا کردار کون نبھائے گا۔

آجے: اس کے بارے میں بھی فیصلہ کریں۔

پہلے تم لوگ ارنی مال کی کہانی سنو۔

آجے کچھ کاغذ ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو کر شروع کرتا

(ارنی مال پلہالن جو کہ سرینگر سے 20 سے 22 کلومیٹر دور ہے۔ اس کے ساتھ ہی آج کل پٹن قصبہ بسا ہوا ہے۔ ارنی مال 17 صدی میں پیدا ہوئی اور 41 برس کی عمر میں اس دنیا سے چل بسی۔

ارپنا: صرف 41 برس کی۔

آ۔ج: ہاں

ارپنا: ایسی چھوٹی عمر میں کیسے، کوئی وجہ۔

آ۔ج: اس کے موت کی ایک وجہ اس کو مانتے ہیں کہ اُس کا شوہر بھوانی داس کاچرو اُس سے بچھڑ گیا تھا۔

روی: وہ کیسے۔

آ۔ج: بھوانی داس کاچرو فارسی کا شاعر تھا۔ اُن دنوں کشمیر پر افغاں و گورنروں کی حکومت تھی۔ اور بھوانی داس افغانوں کا درباری شاعر بن گیا۔ جس کی وجہ سے اُسے ارنی مال سے الگ ہونا پڑا۔

ارپنا: پھر وہ ارنی مال سے ملنے تو ضرور آتا ہوگا۔

آ۔ج: ایسا بالکل ہی نہیں ہوا۔ بھوانی داس ارنی مال کے زندہ ہوتے ہوئے اپنے گھر واپس نہیں آیا۔ اُسے دربار سے فرصت ہی نہیں ملی۔

سونیل: بالکل اُسی طرح جس طرح مجھے گھر جانے کی فرصت نہیں ملتی۔

آرچنا: ارنی مال نے اُسے ملنے کی کوشش نہیں کی۔

آ جے: چونکہ اس کو دربار کے آداب القاب کے بارے میں جانکاری نہیں تھی۔اس لئے اُس نے لکھنا پڑھنا وغیرہ سب سیکھا۔

روی: اُس نے پڑھنا وغیرہ سیکھ لیا اور بھوانی داس کے پاس کچھ دن رہی بھی۔

آجے: ہاں کچھ دنوں کے لئے ارنی مال بھوانی داس کے ساتھ دربار میں رہی۔مگر پھر اپنے گھر لوٹ آئی۔

ارپنا: پھر۔

سنیل: پھر کیا اُس نے میری طرح شراب کی بوتل پکڑ لی۔اُٹھ کر بو والی شراب خوشبو والی شراب، اُس نے بھوانی کی یاد میں شاعری کرنی شروع کر دی۔

ارپنا: پھر وہ شاعر بن گئی۔

آجے: دربار سے آنے کے بعد اور مرنے کے وقت تک وہ اپنے میکے میں اون کاتتی رہی اور 41 برس کی عمر میں مرگئی۔

ارپنا: مرنے سے پہلے بھوانی داس اُس سے ملنے کے لئے آیا کہ نہیں۔

سنیل: کیا ضرورت تھی اُس کو وہ مست رہتا ہوگا اپنے جنون میں ہی۔ وہ ہماری طرح......

آ ج: ارنی ماں کے مرنے کے بعد بھوانی داس اس کے میکے گیا۔ مگر بے سود۔

ارپنا: اجے جی اگر مجھے تم یہ رول دے دو تو اچھا رہے گا۔

میرا: You Mean تم یہ رول کرو گی۔

ارپنا: کیوں میں نہیں کر سکتی۔

میرا: تمہارے Exams کا کیا ہوگا۔

ارپنا: ارے چھوڑ Exams کو پہلے یہ ڈرامہ کھیلنے گیں۔

آ ج: ارپنا جی آپکو پہلے اپنے Exams کی تیاری کرنی چاہئے۔

ارپنا: میں اُس کی بھی تیاری کروں گی۔ مگر یہ رول مجھے ہی دینا کیونکہ مجھے یہ رول بہت اچھا لگا۔ اس میں نا......

میرا: (گھڑی کی اور دیکھتی ہیں) یار آج TV پر 4 بجے ہی فلم آ رہی ہے۔ چلو یار۔

ارپنا: اچھا روی، سمیر چلتی All of You Bye Bye

آ ج: Bye Bye See you

(کچھ دیر کے بعد)

آ ج: یہ لڑکی کر پائے گی۔

سمیر: یار کر پائی گی۔ اب اُس نے بھی اسرار کیا ہے۔

آ جے: پھر ٹھیک ہے۔ یہ لے تو اپنا رول۔
یہ رہا اُس کا رول......اور ہاں یہ کاغذ پکڑ نا روی............

روی: اب میں آپ کا Assistant بن گیا۔

سمیر: کل کتنے بجے۔

آ جے: کل پھر یہاں پر ہی چار بجے۔ اب کمرے کے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔

سمیر: لیکن یہاں پر بہت گرمی ہے۔ اور ان جھاڑیوں میں اگر سانپ وغیرہ نکلا۔

آ جے: جب تم سانپ نکلتے دیکھو گے تو اُسے کہنا آ جے کو کاٹ لو کیونکہ میں نے ہی ڈراما کرنے کے لئے کہا......

روی:۔ آ جے جی تم بھی کیا بات کرتے ہیں۔

آ جے: تو پھر اُسے کہنا کہ روی کو کاٹ لینا۔

سمیر: ہاں ٹھیک ہے۔ روی کا نام لو...... ہاہاہا......اب چلیں۔
(سبھی واپس ونگون میں آ جاتے ہیں۔)

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (6) شروع

(بازار کا سماں۔ چاروں طرف شور۔ گاڑیوں کا رش)

شوکت کتب فروش کی دُوکان کی اور جاتا ہے۔

ساتھ ہی ایک اخبار والا۔ اخباروں کا ایک گٹھا لے کر چلا رہا ہے۔

آج کی تازہ خبر

تازہ وارداتوں میں 6 شہری ہلاک

آج کی تازہ خبر۔

(شوکت کتب فروش سے حبہ خاتون کی کتاب مانگتے ہوئے۔)

شوکت: مجھے حبہ خاتون پر کوئی کتاب چاہئے۔

(دُوکاندار شوکت کی طرف سے غور سے اور حیرت سے دیکھتا ہے۔ اُس کے منہ سے ایک دم نکلتا ہے۔ "حبہ خاتون"۔)

شوکت: جی مجھے حبہ خاتون پر کوئی کتاب چاہئے

(اتنی دیر میں ایک لڑکی ونگ سے گذرتی ہے۔ شوکت کے قریب سے گذرتی ہے۔ پیچھے مڑتی ہے اور شوکت کو سلام پیش کرتی ہے۔)

شوکت: وعلیکم سلام۔ مگر میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

لڑکی: جی میرا نام حبلہ ہے اور میں بھی یونیورسٹی میں پڑھتی ہوں۔

دوکاندار: بھائی صاحب یہ لو کتاب۔ ہمارے پاس بہت سی کاپیاں ہیں۔ مگر

سب کی سب کیڑوں نے خراب کی ہے۔ کیا کریں آج کل کوئی ان کو خریدتا ہی نہیں۔ اس لئے دھول پڑی رہتی ہے۔

شوکت: کتنے پیسے۔

دوکاندار: چھوڑے پیسے میں تو ان کو جہلم میں پھینکنا چاہتا تھا مگر اب نہیں پھینکوگا۔ رہی پیسے کی بات۔ آپ سے نہیں لوں گا۔

شوکت: وہ کیوں۔

دوکاندار: میں سوچ رہا تھا ان جیسی کتابوں کو اب پڑھا نہیں جائے گا۔ مگر آپ نے یہ کتاب مانگ کر میرے خیال کو غلط ثابت کردیا۔ اس لئے آپ سے پیسے نہیں لوں گا۔

شوکت: آپ کا بہت بہت شکریہ (کتاب کی دُھول صاف کر کے وہ لڑکی کی اور بڑا) جی تو آپ کچھ کہہ رہی تھی۔

لڑکی: میں آپ کے ساتھ ہی یونیورسٹی میں پڑھتی ہوں۔

شوکت: کس Department میں۔

لڑکی: جی میں Department of Music میں ہوں۔

شوکت: تب تو میری مشکل آسان ہوگی۔

اتنی دیر پھر اخبار والا آجاتا ہے۔

آج کی تازہ خبر

تازہ وارداتوں میں 6 شہری ہلاک

شوکت: بس نام کی ہی تازہ خبر ہے۔ ورنہ روز ہی ایک جیسی ہوتی ہیں۔ کبھی 6 جاں بحق ہو جاتے ہیں تو کبھی 9۔ (لڑکی کی اور) آئے یہاں سے چلیں۔ دونوں وہاں سے چل پڑتے ہیں۔

............سین ختم............

(حبلہ اور شوکت Stage کے بائیں اور سے نکل کر دائیں اور بڑھتے ہیں۔ جہاں پہلے ہی کچھ لڑکے بیٹھے ہوئے گپ شپ کر رہے ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں اخبار ہے تو کسی کے ہاتھ میں کاپی و کتاب۔ دوپہر کا وقت ہے اور دھوپ نکلی ہوئی۔)

شوکت: اسلام علیکم۔

سبھی لڑکے ایک ساتھ وعلیکم اسلام............

شوکت: اشارہ سمجھتا ہے اور پھر شکیل کی طرف دیکھ کر کہتا۔ چور کو سبھی نظر آتے ہیں چور۔

شکیل: تمہارا کیا مطلب ہے شوکت۔

شوکت: میرا مطلب وہی ہے۔ کہاں ہے وہ آج کل تازہ ملاقات ہوئی کہ نہیں۔

اشرف: کیسے ملاقات ہوگی ہمارے مجنون کی۔ آج کل تو تقریباً سبھی

لڑکیاں برقعہ پہن کر آتی ہے اور وہ بھی

شکیل: تو کیا ہوا برقعے والی کے ساتھ گپ شپ لگاتے ہوئے ڈر تو لگتا ہی نہیں۔

شوکت: مگر تم اس کو پہچانتے کیسے ہو۔

اشرف: سینڈل سے پہنچا تا ہوں۔

شوکت: اگر کبھی سینڈل پہچاننے میں غلطی ہوئی۔

اشرف اور منظور اکٹھے:۔تو پھر برسیں گے سینڈل۔

حبلہ: مجھے لگتا ہے کہ آپ لوگ آج ہنسی مذاق کے موڈ میں ہیں۔اس وجہ سے میں کل آوں گی۔

شوکت: oh I am Sorry یہ حبلہ ہے۔مجھے آج کتب خانے پہ ملی۔ چاہتی ہے کہ ہمارے ساتھ کام کرے۔دومنٹ کے لئے خاموشی سی چھا جاتی ہے۔پھر منظور خاموشی توڑتے ہوئے

منظور: مگر آپ کے گھر والے۔

حبلہ: اماں تو مان جائے گی ابا تھوڑے سے سخت ہیں لیکن میں اُن کو بھی منالوں گی۔مگر آپ لوگوں کو کوئی پریشانی تو نہیں ہوگی۔تم لوگوں کو اگر مشکل ہوئی تو پھر ....

اشرف: (آہستہ آہستہ) اگر مشکل ہو بھی جائے تو یہ مشکل بہت پیاری

مشکل ہوگی۔

حبلہ: جی......

اشرف: جی کچھ نہیں۔

شوکت: Inter College Theatre Festival میں شرکت کرر ہے ہیں۔

حبلہ: وہ تو مجھے معلوم ہے۔ کل جب آپ اور منظور بھائی بات کرر ہے تو میں سن رہی تھی۔

شوکت: ٹھیک ہے۔ فی الحال ہم آج Play کی سکرپٹ تیار کریں گے۔ کل سے ریہرسل ہوگی۔

ویسے اگر آپ رُکنا چاہتی ہو تو آپ دیکھ سکتی ہو ہم کیسے کرتے ہیں۔

شوکت: کھڑے ہو کر ہاتھ میں ایک File لے کر۔ آپ لوگوں نے حبہ خاتون کی کہانی سنی ہے۔

منظور: کس نے نہیں سنی سب نے سنی ہے۔

حبلہ: میں نے تو صرف اُسکی یوسف شاہ چک کیساتھ شادی تک ہی سنی ہے۔

منظور: آدھی ہی کیوں سنی ہے۔

حبلہ: کاکی نے مجھے آدھی ہی کہانی سنائی۔

اشرف: مگر آدھی ہی کیوں سنائی تمہیں کاکی نے۔

حبلہ: پھر وہ چلی گئی۔

منظور: وہ کہاں چلی گئی۔

حبلہ: ہم سے بہت دور......اُس پہاڑ کے پیچھے۔ منظور:۔ وہ کیسے۔

حبلہ: میں اور ارپنا (ارنی) روز ارپنا کی ماں سے کہانی سنتے تھے۔ ہم نے اُن سے بہت سی کشمیری کہانیاں، جیسے ہی مال ناگ رائے بمبر یمبر زل وغیرہ۔ ہم اتوار کو ایک کہانی شروع کرتے تو دوسری اتوار کو اُسے ختم کرتے۔ اس طرح ایک اتوار کو کاکنی نے حبہ خاتون سنانی شروع کی۔ مگر ہم صرف یوسف شاہ چک اور حبہ خاتون کی شادی تک پہنچے تھے کہ وہ لوگ چلے گئے۔ میں اُس روز جب اُنکے ہاں پہنچی تو دروازے پر تالا دیکھ کر میں پریشان ہوگی۔ معلوم کرنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ سب لوگ کاکنی اور میری سہیلی (ارنی) ارپنا کیساتھ پہاڑ کے اُس طرف چلے گئے تھے۔ تمام لوگ چُپ ہوجاتے ہیں۔

شوکت: (آہ کے ساتھ)

شاید ہماری قسمت میں صرف آدھی کہانی سننی اور کہنی لکھا ہے۔ کیونکہ ہمیں کل کی کوئی خبر نہیں۔ خیر آگے کی کہانی اس طرح سے ہے کہ یوسف شاہ چک کیساتھ حبہ خاتون دو تین سال رہتی ہے کہ اچانک دہلی کے راجہ اکبر نے کشمیر پر حملہ کیا اور یوسف شاہ چک کو

اپنے ساتھ لے گیا۔حبہ خاتون نے اُسکو لانے کیلئے اپنے بیٹے یعقوب کو بھیجا مگر اسکو بھی اکبر نے قید کرلیا۔

اپنے محبوب خاوند کے غم میں حبہ خاتون پاگل ہوگی۔اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پاگلوں کی طرح گھومتی رہی۔اور ایک دور دراز علاقے میں اس جہاں فانی سے رخصت ہوئی۔

منظور: کہانی تو ٹھیک ہے۔آج شام کو سکرپٹ اور گیت وغیرہ کو بھی آخری شکل دی جائے گی تو پھر......

شوکت: تو پھر کل سے بسم اللہ کرتے ہیں۔کل 4 بجے یہاں پر سب لوگ جمع ہو جائیں۔

اشرف: مگر شوکت بھائی 6 بجے سے پہلے گھر پہنچنا پڑتا ہے۔

شکیل: کیوں؟

اشرف: ہمارے علاقے میں 6 بجے کے بعد فوج گشت کرتی ہے۔

شوکت: پھر ٹھیک ہے۔4 بجے سے 5 بجے تک ہم ریہرسہل کرینگے۔

اشرف، شکیل اور منظور (ایک ساتھ): اچھا تو ہم چلتے ہیں۔

حبلہ: اچھا شب بخیر۔

شوکت: آپ کہاں رہتے ہیں۔

حبلہ: جی میں مائے وار میں رہتی ہوں۔

شوکت: مائے وارگاؤں ہے نا مگر وہ تو یہاں سے دُور ہے۔

حبلہ: جی ہاں مگر میں آج کل حبہ کدل میں اپنی بہن کے پاس رہتی ہوں۔

شوکت: میں بھی اُس طرف ہی رہتا ہوں۔

حبلہ: پھر ٹھیک ہے۔ روز اکٹھے جایا کریں گے۔

شوکت: OK Boys ہم چلتے ہیں۔

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (7)

سیٹ کے بائیں اور جہاں ٹینٹ لگا ہوا ہے۔ اُس طرف 4 لڑکے ہاتھ میں لے کر کسی کاغذ سے پڑھ رہے ہیں۔ اتنے میں ایک لڑکی سٹیج پر آجاتی ہے۔ یہ لڑکی ارپنا ہے۔

ارپنا: Good afternoon everybody

چار میں سے تین لڑکے: Good Afternoon

تب ہی اُن کی نظر آجے پر پڑتی ہے۔ آجے اُن کی اور ٹیڑھی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

آجے: آئے ارپنا جی آئے۔ ہم لوگ اپنا اپنا رول تیار کر رہے ہیں۔ یہ لو

آپ اپنا رول اس کو یاد کرو۔ اچھا سمیر تم ذرا اپنا ڈائیلاگ سناؤ۔

سمیر: لیکن میرے پہلے والے ڈائیلاگ تو ارپنا کے ساتھ ہیں۔

آ ج: پہلے تم جو آخری ڈائیلاگ ہے وہ سناؤ۔ اتنی دیر میں ارپنا اپنے ڈائیلاگ یاد کرے گی۔

سمیر: کون سے والے

آ ج: وہی والے جب بھوانی داس کا چرو (ارنی مال کا پتی) واپس گھر آتا ہے اور گھر خالی پاتا ہے۔

سمیر: پھر وہی والے شروع کروں۔ میں آگیا ارنی۔

آ ج: ہاں وہی والے۔

سمیر: ارنی۔ دیکھ میں واپس آ گیا ہوں۔ تمہارے پاس۔ میں اب دربار واپس نہیں جاؤں گا۔ تم جب روتے روتے اُس دن واپس گاؤں لوٹیں تب سے میرا دل اُداس تھا۔ ارنی مال میں نے تم کو بہت دُکھ دیئے۔ دیکھ اب میں آ گیا ہوں......

(اتنے میں اس سکول کا ایک اُستاد سٹیج کی ایک اور غصے میں آتا ہے۔)

اُستاد: بند کرو یہ سب

(لڑکے یہ آواز سن کر چُپ ہو جاتے ہیں)

(پھر ان میں سے آ جے تھوڑی جُرت کر کے)

آ ج: مگر کول صاحب ہم بند کیوں کریں۔

اُستاد: باقی بچے آپ کے زور زور چلانے سے Disturb ہوتے ہیں۔

آجے: مگر ہم تو آہستہ بولتے ہیں۔

اُستاد: مگر وہ Disturb ہوتے ہیں۔ میں نے Principal صاحب کو بھی کہہ دیا ہے کہ یہاں کوئی Drama وغیرہ نہیں ہوگا۔

آجے: مگر کیوں نہیں ہوگا۔

اُستاد: میں یہاں Drama وغیرہ نہیں ہونے دوں گا۔

آجے: مگر کیوں نہیں ہونے دیں گے۔ آپ کو ہمارا Drama کرنا کیا اچھا نہیں لگتا۔

اُستاد: دیکھو آجے بہت ہو چکا۔ تم Class میں بھی میرے ساتھ بہت سی باتوں پر Discuss کرتے ہو۔

آجے: مگر یہ Drama تب تک ہم بند نہیں کریں گے جب تک آپ ہمیں وجہ نہ بتاتیں گے۔

اُستاد: اس کی وجہ تمہیں تمہارا باپ اور پرنسپل بتائیں گے۔

(یہ کہہ کر اُستاد چلا جاتا ہے۔)

ارپنا: اب کیا ہوگا۔

آجے: کیا ہوگا۔ کچھ بھی نہیں۔ ہم Rehearsal جاری رکھیں گے۔

ارپنا: مگر اگر پرنسپل نے منع کر دیا تو۔ تو کیا ہوا۔ ہم کسی دوسری جگہ۔

سمیر: کونسی دوسری جگہ۔ کھلے نیل گگن کے تلے۔

آ جے: ہم Ground میں Rehearsal کریں گے۔

روی: Ground ہو تب نا۔ ادھر تو صرف جھاڑیاں ہیں اور لگے ہوئے کچھ Tent جن میں لڑکے اور لڑکیاں پڑھتی ہیں اور ان میں چھپے سانپ۔ کب معلوم وہ نکل کر ہمیں ڈس دیں۔

ارپنا: پھر کیا Drama نہیں ہوگا۔

آ جے: غصے سے۔ ڈراما تو ضرور کریں گے۔

(تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے۔)

روی: میرے خیال سے آج یہی پر ختم کرتے ہیں۔

سمیر: ہاں کل دیکھی جائے گی۔

سونیل: اچھا آ جے جی ہم چلتے ہیں۔..........

آ جے: آپ لوگ چلو (لڑکے سٹیج چھوڑ دیتے ہیں) I am Sorry ارپنا۔ میں کچھ جذباتی ہوا، اس لئے غصے میں......

ارپنا: کوئی بات نہیں۔ میں نے تو بہت enjoy کیا۔

آ جے: وہ کیسے۔

ارپنا: میں نے دیکھا کہ آپ میں لڑنے کی شکتی ہے۔ نہیں تو دوسرے لڑکوں کی شکتی کو تو سگریٹ پی گئی ہے۔ دیکھنا تم ایک دن بڑے آدمی ہوں گے کیونکہ تم میں Struggle کرنے کی ہمت ہے۔

آ جے: Thank you مگر فار یور Kind Information مجھے نہیں

معلوم میری شکتی کب ملے گی۔ اور میں پورا انسان بن جاوں۔

(ارپنا اور آجے دونوں چُپ ہو جاتے ہیں۔)

ارپنا: اگر کول صاحب نے تمہارے پاپا کو بتا دیا۔

آجے: مجھے صرف پاپا کا ڈر۔ اگر اس کو پتہ چل گیا تو بہت مشکل ہو گی۔

ارپنا: کیا وہ بھی نہیں چاہتے کہ Drama ہو۔

آجے: نہیں ایسا نہیں ہے۔ پاپا چاہتے ہیں کہ میں پڑھائی چھوڑ کر دہلی میں نوکری کروں۔

ارپنا: مگر کیوں (تھوڑا اسٹیج پر چلتے ہوئے)

آجے. تمہیں نہیں معلوم میری دو بہنیں پڑھ لکھ کر بے کار ہیں اور جواں بھی۔ پاپا چاہتے ہیں کہ میں نوکری کر کے پاپا کا تھوڑا بہت بوجھ اٹھاو۔ اس کے علاوہ پاپا اور کول صاحب اچھے دوست بھی ہیں۔

ارپنا: اگر ایسا ہے تو پھر کول صاحب کو ہمارا ڈراما کرنا برا کیوں لگ رہا ہے۔

آجے:۔ معلوم نہیں۔ مگر ایک بات تم یاد رکھنا اگر میں دہلی چلا بھی گیا تو تم لوگ ڈراما ضرور تیار کرنا۔

ارپنا:۔ مگر آجے تم اگر دہلی چلے گئے تو میرا کیا ہوگا۔

(آجے اپنا ہاتھ ارپنا کے ہاتھ میں رکھ کر دونوں بیٹھ جاتے ہیں۔ آجے اپنا سر ارپنا کی گود میں رکھ دیتا ہے)۔

پردہ گرتا ہے

ایکٹ (8)

روی، سمیر اور ارپنا پہلے سے سٹیج پر موجود ہوتے ہیں۔ وہ ریہرسل میں مگن ہوتے ہیں کہ سونیل داخل ہو جاتا ہے۔ سونیل سہما سہما سا۔

سنیل :۔ بند کرو یہ ریہرسل............

روی :۔ کیا ہوا ہے تم کو...... کیوں بند کریں ریہرسل۔

سنیل: آجے کے سر میں چوٹ آئی ہے وہ اسپتال میں ہے۔ (سبھی لوگ ہکے بکے رہ جاتے ہیں)

سمیر :۔ ارے شرابی کیا تو نے پی رکھی ہے کیا؟

سنیل :۔ سمیر میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں آجے کے کوچے سے گذر رہا تھا کہ وہاں رونے کی آوازیں سنی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ (سونیل ایک طرف چلا جاتا ہے)۔

روی :۔ کیا پتہ چلا؟

سونیل :۔ پتہ چلا کہ آجے کے سر میں چوٹ آئی ہے اور وہ اسپتال میں ہے۔

(ارپنا کے ہوش اُڑ جاتے ہیں اور وہ ایک دم بیٹھ جاتی ہے)۔

سمیر :۔ مگر یہ سب ہوا کیسے؟

سونیل :۔ سنا ہے کول صاحب نے آجے کے باپ کو ہمارے ڈرامے کے بارے میں بتایا۔ اس وجہ سے آجے اور اُس کے باپ میں بحث ہوئی۔ چونکہ آجے دہلی اپنے ماما کے پاس نوکری کرنے کے لئے نہیں جانا چاہتا ہے، اس لئے اُس کو کمرے میں بند کردیا گیا۔ جہاں سے آجے نے بھاگنا چاہا تو وہ گر کر گلی میں گر پڑا اور اُس کے سر میں چوٹ آگئی۔

سمیرا اور روی :۔ چلو سبھی اسپتال چلتے ہیں...... (ارپنا وہی سٹیج پر رہ جاتی ہے)

سونیل: تمہیں نہیں چلنا ہے کیا؟

ارپنا:۔ کہاں؟

سونیل: اسپتال

ارپنا: مگر کیوں؟ سونیل :۔ آجے کو کیا ہوا ہے۔ اُس کو کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ تم بے وقوف کسی اور کو بنا سکتے ہو...... مگر کیا واقعی اس کو چوٹ لگی ہے۔ نہیں نہیں، میں نہیں دیکھ سکتی۔ اُس کے پاؤں میں کانٹا بھی نہیں چبھ سکتا۔ مگر اگر گر پڑا ہوتا تو لگی تو ہوگی نا...... ہے نا سنیل

سونیل: ہوش میں آو ارپنا۔ ہوش میں آؤ۔

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (9)

(اشرف منظور اور شکیل چائے والی ریڈی پر چائے پی رہے ہیں)

اشرف:۔ یار اب صرف دو دن رہے۔ اور ابھی ہم نے Music Side کو چھوا بھی نہیں ہے۔

منظور:۔ میں نے Drama کیلئے Music کل بیٹھ کے گھر میں تیار کیا ہے۔

شکیل:۔ پہلے چائے کا ایک اور کپ ہو جائے۔

(اتنی دیر میں حبلہ بنا کسی ہوش و ہواس کے سٹیج پر آجاتی ہے)

حبلہ:۔ منظور بھائی کچھ کرو۔ منظور کیا کرنا ہے۔ حبلہ شوکت کے بارے میں۔

شکیل:۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔

حبلہ:۔ شوکت کل سے غائب ہے۔

..........ہاں۔ کیا کیا..........

حبلہ:۔ سنا نہیں تم نے۔ تو کیا بہرا ہو گیا ہے۔ شوکت کو کل کوئی اغوا کر کے لے گیا ہے۔ (اس کے بعد وہ پاگلوں کی طرح چلاتی ہے۔) تم لوگوں نے سنا ہے۔ شوکت کو اٹھا کے لئے گئے۔ تم لوگ کیا بہرے ہوئے ہو۔ کیا تم لوگ بہرے ہوئے۔ کیا تم بہرے ہوئے۔ میرے شوکت کو اُٹھا کے لئے گئے ہیں۔ میرے شوکت کو.......... اس کے ساتھ ہی وہ سٹیج پر گر جاتی ہے۔

منظور:۔ شکیل اب کیا کریں؟
اشرف:۔اسکو ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔
شکیل:۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔کیا ہوگا۔ادھر شوکت کو کوئی اُٹھا کے لے
گیا۔ادھر یہ بے ہوش ہو کے پڑی ہے اور اُدھر Festival کے
ہونے میں دو دن باقی رہ گئے ہیں۔
منظور:۔ اشرف ذرا پانی لانا کہیں سے۔
(اشرف چائے والے سے پانی مانگ کر لے آتا ہے)
(اور منظور حبلہ کے منہ پر چھینٹیں مارتا ہے۔تھوڑی دیر کے بعد
حبلہ کو ہوش آجاتا ہے۔اور وہ اُٹھ کر کپڑے سنبھالنے لگتی ہے)۔
حبلہ: یہاں پر کیا ہو رہا ہے۔اور تم ا......اور تم لوگ کون ہو۔
منظور:۔ حبلہ تمہیں کیا ہوگا میں منظور ہو۔یہ اشرف۔
شکیل:۔ اور میں شکیل۔
حبلہ:۔ کون منظور، میرے چچا کے بیٹے۔
منظور:۔ حبلہ ہم شوکت کے دوست ہیں۔
حبلہ:۔ میں کسی شوکت کو نہیں جانتی۔میں تو اپنے یوسف کو جانتی ہوں۔
اُس کو اکبر کی فوج اُٹھا کے لے گئی۔
(اس کے ساتھ ہی حبلہ اُن تینوں کو ہکا بکا چھوڑ کر چلی جاتی ہے)۔

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (10)

(سٹیج پر جل دیو ایک ریشی جیسے بزرگ کو پکڑ کر لے آتا ہے۔ بزرگ کے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں۔ بیچ سٹیج پر گرج کر بولتا ہے۔)

جل دیو:۔ یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ مجھے انتہائی نفرت ہے۔
یہ وہ شخص ہے جو صبح ہوتے ہی مسجد میں اذان دیتا ہے اور سانج ڈھلتے ہی مندر میں گھنٹی بجاتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو ہر اسکول میں اُستاد بن کر بھائی چارے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو بیابانوں میں لوگوں میں شانتی کے لئے تپ کرتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو کہ پورے چالیس دنوں تک مسجد کے کسی کونے دنیا اور ملک میں امن کے لئے سجدہ کرتا ہے۔ اس کا ایک ایک سجدہ اور اس کے مندر سے نکلی ہوئی آرتی میرے لئے رُکاوٹ بن جاتی ہے۔ بہت مشکل سے میں نے اس کو بھی آج اپنی بس میں کرلیا ہے۔ (اس کے بعد جل دیو اُس کی طرف نظر کر کے بولتا) دیکھ تیرے چاہنے والوں کی حالت کیا ہے۔ ان کو میں نے کن کن مشکلوں میں ڈالا ہے۔ تمہارے اُن لوگوں کی میں وہ حالت کردونگا کہ............ (جل دیو کہنے والا ہوتا ہے کہ درویش نما ریشی اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھ لیتا ہے)۔

ریشی: یہ مت بھول جل دیو کہ جن لوگوں میں تو نے نفرت پیدا کی ہے، جن پہ تم ستم کر رہے ہو۔ اُن ہی لوگوں میں ارجن، مہاتما بدھ، لل دید، بڈشاہ، نند ریشی جیسے لوگ پیدا کئے ہیں۔ تم تو کیا تیرے جیسے ہزاروں جل دیو بھی ان میں نفرت نہیں پھیلا سکتے۔ ارے بے وقوف تو اپنے بارے میں سوچ، ان میں کسی کو کبھی جنون آ گیا تو تم کو نیست و نابود کر دے گا۔ اسے پہلے تو کئی بار ہار چکا ہے۔ یاد کر جب تم کو اپنی ہی ماں نے مارا تھا۔ اس دھرتی اور اس زمین کے لوگوں کو نہ دھتکار، اسی میں تیری بھلائی ہے۔

جل دیو:۔ یہ تلوار کی طرح چلنے والی زبان کاٹ دونگا میں تمہاری۔ مگر اُس سے پہلے تیرے ہی ان لوگوں کے کچھ نوجوانوں کی حالت تم کو دکھاتا ہوں۔ آ میرے ساتھ اس کونے میں اور وہ سامنے دیکھ کس طرح بھٹکتے ہوئے نوجوان تم کو دکھائی دیں گے۔ (پتھروں میں لڑکے کچھ ڈھونڈ رہے ہیں)۔ ہمیں معلوم ہے یہ کس کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہ ڈھونڈ رہے ہیں سکون کو، خوشی کو، یہ شانتی اور امن کے دو پل ڈھونڈتے ہیں۔ (لڑکے تھک کے گر پڑے ہیں۔)

اب دیکھ اُس کو جس کی زندگی کے لئے یہ نوجوان یہ اس جنگل میں کھلے آسمان کے تلے۔ تھک کر گر پڑے ہیں۔ (ایک لڑکی جس

کے کپڑے پھٹے ہوئے۔ بال کھلے ہوئے سٹیج پر دیوانے کی طرح گھومنے لگتی ہے) یہ حالت ہے تمہارے گھر کی، تمہارے وطن کی۔ ہر ایک گاؤں کی۔

(یہ سماں دیکھ کر ریشی دکھی ہو کر سٹیج پر دونوں ہاتھوں میں سر لے کر بیٹھ جاتا ہے۔)

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر (11)

سمیر، روی، اشرف، منظور، شکیل، سونیل سٹیج کے مختلف جگہوں پر گر پڑے ہیں۔ (جل دیو خوش ہے۔ جبکہ دوسرے کونے میں بیٹھا ریشی پریشان۔ اتنی دیر میں سمیر اور اشرف کو ہوش آجاتا ہے۔)

سمیر روی کو جگاتے ہوئے: روی، روی، روی:۔ اوں، اوں......

اشرف منظور کو جگاتے ہوئے:۔ منظور، منظور، منظور:۔ اوں، اوں......

روی اور منظور جاگ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد شکیل اور سونیل کو بھی جگایا جاتا ہے۔

سمیر:۔ اس جنگل میں ارپنا کو ڈھونڈتے ہوئے یہ دوسرا دن ہے۔

روی:۔ وہ بچاری آجے کے غم میں دیوانی ہوگی۔

سمیر:۔ مگر آجے کا کیا حال ہے۔

روی:۔ وہ تو آج یا کل ٹھیک ہو ہی جائے گا

(سٹیج کی دوسری طرف)

منظور: یار اشرف حبلہ اتنی دور نہیں آسکتی۔

اشرف:۔ میں نے اس کو اسی پہاڑ کی اور آتے دیکھا تھا۔

شکیل:۔ یار چل چل کر پاؤں تھک گئے۔

اشرف:۔ شوکت کے بارے میں کچھ پتہ چلا۔

منظور:۔ یار شوکت کا پتہ آج کل میں چلے گا۔ مگر ابھی حبلہ کو ڈھونڈنا بہت ضروری ہے۔

اشرف اور شکیل:۔ منظور بھائی آپ ٹھیک کہتے۔

(منظور، اشرف اور شکیل اسٹیج کے Middle (وسط) کی اور بڑھتے ہیں۔
دوسری طرف سمیر، روی اور سونیل بھی سٹیج کے Middle (وسط) کی اور بڑھتے ہیں۔)

پردہ گرتا ہے

ایکٹ نمبر(12)

(سٹیج کے بیچ میں گری پڑی ایک لڑکی۔ بال کھلے ہوئے............

(تھوڑی دیر کے بعد اشرف، شکیل اور منظور وہاں پہنچ جاتے ہیں۔)

اشرف:۔ مل گئی (اور وہ لڑکی کے بال ہٹا کر نزدیک سے دیکھنے لگتا ہے)۔ (منظور اور شکیل بھی لڑکی کو غور سے دیکھنے لگتے ہیں)

منظور:۔ مبارک ہو، حبلہ مل گئی۔

(سمیر روی اور سونیل ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے ہیں)

سمیر:۔ یہ ارپنا ہے۔ حبلہ نہیں۔

اشرف:۔ ارپنا۔ نہیں بھائی یہ حبلہ ہے۔

روی:۔ آپ کو کوئی غلطی لگ گئی ہے یہ حبلہ نہیں ارپنا ہے۔

شکیل:۔ ارے بھائی یہ ارپنا نہیں ہے، حبلہ ہے۔

یہ حبلہ ہے۔ یہ ارپنا ہے۔ یہ حبلہ ہے یہ ارپنا ہے۔...........

(پھر یہ لڑکے آپس میں ہاتھا پائی پر اُتر آئے ہیں۔

(سٹیج ایک اکھاڑا بن جاتا ہے۔)

(جل دیو سٹیج کے Front Prosenium پر ہلکے ہلکے آرام سے چلتا ہے۔ ایسے جیسے سٹیج پر جمے ماحول کا مزہ لے رہا ہو۔ ریشی

ایک کونے میں بے حال پڑا ہوتا ہے)۔(لڑکے آپس میں لڑرہے ہوتے ہیں کہ لڑکی حرکت میں آتی ہے اور Audience کی اور بڑھتی ہے)۔(اتنے میں Audience کے ایک کونے سے ایک آدمی اُٹھ کر بولتا ہے ارے روکواس کو یہ تو کھائی میں گر جائے۔لڑکی آگے بڑھے چلے جاتی ہے۔) تو دوسرا آدمی دوسرے کونے سے اُٹھ کر کہتا ہے۔اس کو روکو بھائی نہیں تو اس کالی کھائی میں گرِ کر مر جائے گی۔اس بیچ لڑکی بالکل سٹیج کے سامنے والے کونے پر پہنچ جاتی ہے۔اگرِ گئی تو وہ کبھی باہر نہیں نکلے گی۔ پھر سبھی لڑکے اُس کی اور بڑھتے ہیں اور لڑکی کو سہارا دینے کی کوشش کرتے۔

لڑکی: میں کون ہوں اور آپ کون ہو

روی:۔ تم ارپنا ہو ہماری ارپنا

شکیل:۔ تم حبلہ ہو ہماری حبلہ

روی:۔ تم ارپنا ہو

شکیل:۔ تم حبلہ ہو

لڑکی:۔ میں نہ حبلہ ہوں اور نہ ارپنا، میں کون ہوں، میں کون ہوں میں یشودا ہوں جس کا کرشن کہیں بن میں کھو گیا،نہیں میں ذولخی

ہوں میرا یوسف کہیں چاہ میں گر گیا، نہیں میں مریم ہوں جس کے یسو کو کسی نے پھانسی دے دی ہے۔ میں یہیں پر اس کا انتظار کروں گی، میں رونگی، میرے نصیب میں رونا ہے۔ میری تقدیر میں کانٹے ہیں جو ہمیشہ میری راہ میں بکھر جاتے ہیں اور میرے بچے مجھ سے بکھر جاتے ہیں، بچھڑ جاتے ہیں۔ میں انتظار کروں گی میرے پروردیگار، اس دن کا جس دن میری کوک سے پھر جنمے گا ایک ایسا بیٹا یا ایک ایسی بیٹی جوان بکھرے بچھڑوں کو پاس لے آئیگا۔ میں انتظار کروں گی، میں انتظار کروں گی۔

پردہ گرتا ہے

ڈرامہ اختتام پذیر

گھر

کردار

۱۔ علی محمد

۲۔ فاطمہ

۳۔ ماسٹر جی

۴۔ ایک بچہ

۵۔ دوسرا بچہ

۶۔ تیسرا بچہ

۷۔ سارا

۸۔ سب انسپکٹر (ایس ایچ او)

۹۔ سپاہی

۱۰۔ منشی

۱۱۔ ایک عورت

۱۲۔ ایک شخص

۱۳۔ دوسرا شخص

۱۴۔ لڑکا

(صبح کا وقت۔ پرندوں کا چہچہاٹ مسجد سے آتی ہوئی اذان)

(سٹیج پر بچھائے، بستر۔ جس میں ایک عورت لیٹی ہے اور کچھ دوری پر ایک مرد)

آدمی: (علی محمد)، او فاطمہ، او فاطمہ جاگو جاگو، جاگ جاو۔ دیکھو دن نکل آیا ہے۔

(عورت کی کراہنے کی آواز)

فاطمہ: کبھی تو پوری رات سونے دیا کرو۔ ابھی تو سوئے ہیں ابھی اُٹھنا پڑ رہا ہے۔ اس کرایے کے مکان میں برابر نیند ہو نہیں پاتی۔

علی محمد: گلے شکوے بعد میں کرنا۔ غسل خانے سے جلدی فارغ ہو جانا نہیں تو مکان مالکن سویرے سویرے شروع ہو جائے گئی۔

فاطمہ: وہ تو کل شام ہی سے شروع ہے۔

علی محمد: کیا ہوا۔ مُنے نے پھر کوئی شیشہ توڑا۔

فاطمہ:۔ نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا

علی محمد:۔ پھر کیا ہوا؟ (حیرت کے ساتھ سوال پوچھا)

فاطمہ:۔ کہہ رہی تھی کہ ہم پانی کی ٹنکی خالی کر دیتے ہیں اور کہہ رہی تھی۔

علی محمد:۔ اور کیا کہہ رہی تھی۔

فاطمہ:۔ کہہ رہی تھی کمرے خالی کرو۔

علی محمد:۔ خالی تو کرنا ہے مگر ہمت نہیں مجھے ایک اور مکان ڈھونڈنے کی۔

فاطمہ:۔ آخر کب تک ہم مکان بدلتے رہیں گے؟

علی محمد:۔ میں نے بھی یہ سوال اپنے آپ سے کئی بار کیا کہ کتنی بار ہم یہ ٹوٹے پھوٹے برتن میلی کھچلی کمبلیں اور میلے کچلے بستر دینا والوں کی گھورتی ہوئی آنکھوں کے سامنے سے ایک اور قید خانے میں لے جائیں جہاں ایک اور مکان مالک ، مجھے میرے بچوں کو اور میرے مہمانوں کو طرح طرح کی باتیں سُنا کر ذلیل کریں گے۔

فاطمہ: کیا کریں ہماری قسمت ہی کچھ ایسی ہے مگر چلو چھوڑ اللہ بہت ہی کرم والا ہے کچھ نہ کچھ ہمارے لئے ضرور رکھا ہوگا۔

علی محمد: چلو جلدی کرو۔ وقت نکلتا جا رہا ہے۔

فاطمہ:۔ خدایا کب اپنے دو کمرے ہونگے اور میں دیر تک آرام سے سکوں گی۔

(بچوں کے کھیلنے کا شور) (سٹیج پر کھیلتے ہوئے بچے)

ایک بچہ:۔ بال اِدھر دو۔ بال اِدھر دو

دوسرا بچہ:۔ مشتاق کو دو۔ مشتاق کو دو۔

تیسرا بچہ:۔ اوہو۔ وہاں کیوں ماری۔ سارا انٹی اب بال نہیں دے گی

پہلا بچہ:۔ کیوں نہیں دے گی

دوسرا بچہ:۔ وہ ہمیں گھر خالی کرنے کیلئے کہہ رہی ہے۔

تیسرا بچہ:۔اب کیا کریں ہماری تیسری بال بھی گئی۔
پہلا بچہ:۔اب ممی بال کیلئے پیسے نہیں دینے والی۔
(ایک ونگ سے ایک عورت نکلتی ہے۔)
عورت کی آواز:۔آپ بچے ہو کہ کوئی جن۔یا کوئی خدا کی بھلا۔چار بار میں صفائی کر چکی ہو مگر آپ لوگ بار بار اس کو گندا کر دیتے ہو۔ پتہ نہیں کس گندے ماں باپ کی اولاد ہو۔
ایک بچے کا جواب:۔آنٹی آپ نے بال نہیں دینا ہو تو نہیں دو مگر ماں باپ کو گالی مت دو۔
عورت:۔تیری زبان تو باپ کی آری کی طرح چلتی ہے۔
(اس بیچ فاطمہ بھی سٹیج پر آجاتی ہے)
فاطمہ:۔ سارا ہم جلد ہی تمارا مکان خالی کر دیں گے مگر بچوں کے ساتھ مت لڑو۔ان کو بال واپس دو۔
سارا:۔اوہو۔ بڑی آئی مجھے سیکھانے والی بچوں کے کھیلنے کا اتنا ہی خیال ہے تو اُن کیلئے پولوویو کے نزدیک گھر کیوں نہیں بناتی۔
فاطمہ:۔ خدا نے چاہا تو ضرور بنائیں۔ابھی تو بال دے دے۔ہم تمارے گھر میں کوئی مفت نہیں رہتے۔
سارا:۔ مفت کیوں رہ لے گی میں نے کیا یہاں بابا کا لنگر کھول رکھا ہے۔

فاطمہ:۔ تیرا لنگر تو کتے بھی نہیں کھائیں گے۔ بڑی آئی مفت کھلانے والی۔

سارا:۔ بڑی آئی پیسے دینے والی۔ ایک سال میں کبھی بھی وقت پر کرایہ نہیں دیا۔

فاطمہ:۔ کبھی تیرا کرایہ ہم نے رکھا بھی نہیں۔

سارا:۔ نہیں دیتے تیرے بچوں کو بال کیا کرلے گی۔

فاطمہ:۔ بچوں کا بال دے ورنہ میں تمارے بال نکال دوں گی۔

سارا:۔ میرے بالوں کو ہاتھ لگایا۔ تو دیکھ لینا تیرے ترکھاں کو تھانے نہ پونچا دیا۔ میرا نام سارا نہیں

فاطمہ:۔ آج یا کل تیرا مکان تو میں نے خالی کرنا ہی ہے مگر تیرا مکان چھوڑنے سے پہلے میں تیرے بال نوچ ہی لوں گی۔ (دونوں عورتیں ایک دوسرے سے لڑ پڑتی ہیں)

ایک عورت کی آواز:۔ ارے چھوڑو۔ زخمی ہو جائے گی۔

اس کے بال چھوڑو۔ یہ مر جائے گی

ایک مرد کی آواز:۔ ارے میری بیوی کو چھوڑ۔

سین ختم

(سٹیج پر لگی ایک کرسی اور میز، ایک سب انسپکٹر اس پر بیٹھا ہوا)

ایک آواز:۔ علی محمد پیش ہو۔

علی محمد:۔ جناب اجازت ہے۔ (علی محمد، ونگ سے داخل ہوتا ہے)

سب انسپکٹر:۔ آو۔ آو۔ اندر آو۔

سب انسپکٹر:۔ آپ لوگ کیوں مکان مالک سے لڑائی کرتے ہو۔

علی محمد:۔ نہیں جناب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

آواز:۔ بکواس کرتا ہے۔ تماری بیوی نے اُس کی پٹائی کی۔ ہے۔

علی محمد:۔ جناب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

سب انسپکٹر:۔ پھر آپ ہی فرمایئے کہ آپ کو تھانے میں کیوں بلایا گیا ہے۔

علی محمد:۔ ایس۔ ایچ۔ او صاحب بات یہ ہے کہ ہماری مکان مالکن ہمیں

یعنی میری بیوی اور میرے بچوں کو بہت ستاتی ہیں۔

میری بیوی کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

ایس۔ ایچ۔ او:۔ کیا بکواس کرتے ہو لڑائی آپ کی بیوی نے کی ہے تمارے

بچوں نے گیند مار کر اُنکے شیشے توڑے۔ حد تو یہ کہ آپکی بیوی نے

بال نوچے اُس کے مگر تمارا کہنا ہے کہ غلطی اُن لوگوں کی ہے۔

(تھوڑی دیر بعد) چپراسی ذرا منشی کو بلاو۔

سپاہی:۔ اچھا صاحب (منشی سٹیج پر آتا ہے)

منشی :۔ مجھے اجازت ہے۔ جناب

ایس۔ایچ۔او:۔اس آدمی اور اُسکی بیوی کو حوالات میں ڈال دو۔

علی محمد:۔ میں جناب حوالات جاوں گا مگر میری بیوی کو چھوڑ دو۔

ایس۔ایچ۔او:۔بکواس بند کرو

(منشی علی محمد اور فاطمہ کو ونگ سے باہر لے جاتا ہے)

(سٹیج پر ایس ایچ او کرسی پر)

منشی :۔ جناب اندر آ سکتا ہوں

ایس۔ایچ۔او:۔آجاو

منشی :۔ جناب ہم اس عورت کو تھانے میں نہیں رکھ سکتے۔ایس۔ایچ۔او۔

مجھے معلوم ہے۔آپ ذرا اس کے خاوند کو لے آؤ۔

منشی :۔ اچھا جناب (تھوڑی دیر کے بعد)

منشی :۔ جناب علی محمد حاضر ہے۔

ایس۔ایچ۔او:۔دیکھو علی محمد آج میں آپکی بیوی اور آپکو مچلکہ پر چھوڑ دیتا ہوں۔مگر اگر آگے سے مجھے کوئی شکایت ملی تو میں آپ کو اور آپکی بیوی کو سبق سیکھاوں گا۔

علی محمد:۔ ٹھیک ہے جناب آپ کی بہت مہربانی

ایس۔ایچ۔او:۔لاواس کی بیوی کو

منشی:۔ ٹھیک ہے جناب

(تھوڑی دیر کے بعد)

ایس۔ایچ۔او:۔ سنو علی محمد بیوی کو قابو میں رکھو

علی محمد:۔ ٹھیک ہے جناب

(علی محمد اور اس کی بیوی ونگ کے ذریعے اسٹیج پر آجاتی ہے)

فاطمہ:۔ چلتے ہوئے میرا امانواب کی بار مکان کی بنیاد ڈال دو اور جتنا جلدی ہوسکے اُس کو تیار کرو۔ (علی محمد اور فاطمہ سٹیج پر چل رہے ہیں)

علی محمد:۔ میں نے جلد بازی میں مکان بنانا ہوتا تو کب کا بنالیا ہوتا۔

فاطمہ:۔ تم نے کونسا تاج محل بنانا ہے۔

علی محمد:۔ دیکھنا میرا مکان کیسا ہوگا۔ ابھی تک میں نے 100 سے زیادہ نقشے جمع کئے ہیں۔

فاطمہ:۔ جب مکان بن جائے تو اُن نقشوں میں سارا کو جلانا۔ اُس عورت نے میرا جینا حرام کیا ہے۔

علی محمد:۔ اس عورت کو صرف چھ مہینے جیلو۔ چھ مہینے کے بعد ہم اپنے مکان میں ہونگے۔

فاطمہ:۔ ٹھیک ہے۔

سین ختم

(آتش بازی کی آوازیں۔بچوں کی طرف سے پٹاخے جلانے کی آوازیں)
(سٹیج پر علی محمد اور فاطمہ بڑے خوش وخرم تکیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے۔
(ونگ سے ایک عورت گھستی ہے۔)

ایک عورت:۔فاطمہ مبارک ہو

فاطمہ:۔ خیر مبارک۔

عورت:۔گھر تو بہت خوبصورت بنایا ہے۔

علی محمد:۔ ہاں بہن بہت خوبصورت ہے۔میں نے اس میں اپنا سارا ہنر ڈالا ہے۔

فاطمہ:۔ وہ دیکھو ماسٹر جی بھی آرہے ہیں۔

علی محمد:۔ بہت ہی بھلا آدمی ہے۔
(ایک مرد ونگ سے سٹیج پر گھستا ہے)

مرد:۔ سلام علیکم

علی محمد:۔ وعلیکم سلام ماسٹر جی

ماسٹر جی:۔مبارک ہو علی محمد بڑا خوبصورت مکان بنایا ہے۔

علی محمد:۔ جناب بہت محنت کی ہے میں نے اس کیلئے ۔

ماسٹر جی:۔ہاں علی محمد

علی محمد:۔ یہ لیجے چاے کی پیالی سنبھالیں۔

ماسٹر جی:۔(چائے لیتے ہوئے) بہت خرچا ہوا ہوگا۔

علی محمد:۔ میری عمر کی پوری کمائی۔

ماسٹر جی:۔اب اس کا خیال رکھنا اس کے بچاو کیلئے کیا سوچا ہے۔

علی محمد:۔ میں سمجھا نہیں۔

ماسٹر جی:۔دیکھو مکان تو بہت خوبصورت ہے اور آپ نے اپنی ساری کمائی اس میں لگائی ہے۔مگر خدا نہ کرے کل کو کوئی واردات ہو جائے۔

علی محمد:۔ کیا کہہ رہے ہو ماسٹر جی واردات کیوں ہو جائے گی۔

ماسٹر جی دیکھو علی محمد وقت کا کوئی بھروسہ نہیں کب کیا ہو جائے کسے خبر ہے۔

علی محمد:۔ وہ تو ٹھیک ہے مگر آپ مکان کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔

ماسٹر جی:۔میرا مانو تو مکان کا بیمہ کروالو۔

علی محمد:۔ بیمہ کیا ہوتا ہے۔مجھے ذرا سمجھاؤ۔

ماسٹر جی:۔بیمہ کمپنی کچھ پیسوں کے بدلے میں یہ ذمہ داری لیتے ہیں کہ......

فاطمہ:۔ کیا ذمہ واری لیتے ہیں۔

ماسٹر جی:۔وہ یہ ذمہ واری لیتے ہیں کہ اگر آپ کے مکان یا کسی اور جائیداد کو کسی وجہ سے نقصان ہو جائے یا وہ تباہ ہو جائے۔

فاطمہ اور علی محمد:۔تو

ماسٹر جی:۔ وہ بیمہ کمپنی والے آپ کو معاوضہ ادا کر دیتے ہیں۔

علی محمد:۔ مگر اس میں کتنے روپیہ درکار ہونگے۔

فاطمہ:۔ جتنے بھی روپیہ درکار ہو۔ ہم ان کا انتظام کر لیں گے۔

ماسٹر جی:۔ پھر ٹھیک ہے۔

علی محمد:۔ ہم پھر کل شہر چلیں گئے۔

سین ختم

(سٹیج پر اندھیرا (جوتوں کے چلنے کی آواز)

آگ۔ آگ (کی آوازیں)

علی محمد:۔ فاطمہ ذرا کھڑکی سے دیکھو باہر آگ آگ کی آوازیں ہو رہی ہیں۔ (سٹیج پر علی محمد اور فاطمہ پریشاں حالت میں)

(تھوڑی دیر بعد)

(سٹیج پر بگڈر فلیکر flickers کا استعمال)

فاطمہ:۔ او میرے خدا لون صاحب کا مکان جل رہا ہے۔

علی محمد:۔ کیا بول رہی ہو۔

علی محمد:۔ پھر تو بڑی مصیبت ہے۔

فاطمہ:۔ ہاں لون صاحب کا مکان تو بس ہم سے تھوڑی ہی دوری پر ہے۔

علی محمد:۔ میرے خدا۔ہم کیا کریں فاطمہ؟

فاطمہ:۔ تم بچوں کو ساتھ لے کر باہر نکلو۔

علی محمد:۔ بچے خود نکل آئیں گے تم ساماں نکالنا شروع کرو۔

فاطمہ:۔ ارے میرے خدا ہم سے کیا خطا ہوئی۔ اللہ ہمارے گھر کو بچا۔ بہت محنت سے ہم نے یہ گھر بنایا ہے۔

علی محمد:۔ میرے خدا میری ساری عمر کی محنت کی رکھوالی کرنا۔

(آگ آگ کی آوازیں برابر جاری ہیں)

ایک شخص:۔علی محمد، فاطمہ۔چلو گھر کو خالی کرو۔

علی محمد:۔ میں نے اب تک کئی گھر خالی کئے ہیں میں یہ گھر خالی نہیں کروں گا۔

دوسرا شخص:۔چلو ناداں مت بنو۔فاطمہ گھر سے باہر نکل رہی ہے۔تم بھی نکل چلو۔

فاطمہ:۔ میں بچے باہر نکال رہی ہو۔آگ بہت پھیل رہی ہے۔جلدی نکلو ۔

پہلا شخص:۔علی محمد ایک صرف تمارے مکان کو خطرہ نہیں ہے۔میرا مکان بھی جل رہا ہے۔تمارا تو ابھی بچا ہوا ہے۔

علی محمد:۔ میں گھر میں رہ کر اپنا گھر بچاوں گا۔

دوسرا شخص:۔ یہ تو پاگل ہو رہا ہے۔ جیسے صرف اس کا ہی گھر جل جائے گا۔ چلو نکلو۔

علی محمد:۔ میں گھر میں رہ کر اپنا گھر بچاوں گا۔

دوسرا شخص:۔ یہ تو واقعی پاگل ہو رہا ہے۔ چلو نکلو۔ پاگل مت بنو۔

علی محمد:۔ ارے جاو آپ لوگوں کو کیا معلوم یہ گھر میں نے کیسے بنایا۔ 40 سال دن رات کی کمائی ہے۔ میرا یہ گھر۔ آپ لوگوں کو کیا معلوم اس کے ایک ایک دروازے کیلئے میں نے کئی دن ایک کئے ہیں۔ مجھے میرا گھر کتنا پیارا ہے۔ آپ لوگوں کو کیا معلوم میرا من مکان مالکوں کے تانے سُن کر کتنا جل گیا تھا۔ پھر یہ مکان بنا کر میری جوانی لوٹ آئی۔ کچھ بھی ہو میں اس گھر سے نہیں نکلوں گا۔

فاطمہ:۔ ارے کوئی میرے شوہر کو باہر نکالے۔

ایک شخص:۔ وہ تو باہر نکلنا ہی نہیں چاہتا۔

فاطمہ:۔ اسکو گھسیٹ کر باہر لے آو۔

ایک شخص:۔ ٹھیک ہے۔

سین ختم

(تھوڑی دیر بعد)

علی محمد:۔ ارے مجھے چھوڑو میں یہی پر ہی رکوں گا۔ میں اپنے آشیانے کو جلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ ارے مجھے چھوڑو۔ مجھے چھوڑو۔

ایک شخص:۔ آگ بہت پھیل رہی ہے۔

فاطمہ:۔ ارے میرے خدایا۔ میرا آشیانہ جلنے لگا۔

ایک بچے کی آواز:۔ پاپا آگ میرے کمرے کی اور بڑھ رہی ہے میرے سارے کھلونے جل جائیں گے (بچہ رونے لگتا ہے)

فاطمہ:۔ بیٹا چُپ کرو۔ ہمیں نئے کھلونے لادیں گے (عورت کی بھی رونے کی آوازیں)۔

سین ختم

(تھوڑی دیر بعد)

(مسجد سے اذان کی آواز)

ایک شخص:۔ علی محمد کا مکان رات بھر جلتا رہا۔

دوسرا شخص:۔ ہاں یار کافی پختہ مکان بنایا تھا۔ سنا ہے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

پہلا شخص:۔ چلو وہ وہاں ہے ساتھ میں اُسکے بیوی بچے بھی ہیں۔

(تھوڑی دیر بعد)

(اسٹیج پر ایک ٹین کے شیڈ Shed کا سیٹ)

ایک شخص کی آواز:۔ او علی محمد اُٹھو نماز کا وقت ہو گیا۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔

علی محمد:۔ مجھے نہیں آنا ہے۔ میرا تو دل جل رہا ہے۔

فاطمہ:۔ چلو اُٹھو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ جاو خدا کے گھر میں سجدا کر کے آجاو۔
وہ سب کچھ لینے والا بھی ہے اور دینے والا بھی ہے۔

علی محمد:۔ چلو ٹھیک ہے جیسی تماری مرضی

(اذان اختتام کو پونچتی ہے)

(بارش کے برسنے کی آواز)

فاطمہ:۔ ان جلے ہوئی ٹین کی چادروں میں معلوم نہیں کتنے سوراخ ہیں۔
بارش ٹپ ٹپ اندر آتی ہے۔

علی محمد:۔ اب کیا کریں ہماری قسمت ہی خراب تھی۔

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز)

علی محمد:۔ ذرا دیکھو باہر کون ہے۔

فاطمہ:۔ میں دیکھتی ہوں۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)

فاطمہ:۔ او ہو اتنی بارش میں ماسٹر جی کیوں آئے۔

(ماسٹر جی اسٹیج پر داخل ہوتا ہے)

ماسٹر جی:۔بات ہی ایسی کچھ تھی بارش میں آنا پڑا

علی محمد:۔ آؤ ماسٹر جی، آج ہمارے پاس آپ کو بٹھانے کیلئے بھی جگہ نہیں۔

ماسٹر جی:۔کوئی بات نہیں، آپ کیلئے ایک خوشخبری لایا ہوں۔

علی محمد اور فاطمہ:۔(ایک ساتھ) وہ کیا ہے ہمیں تو بتائیے۔ہم تو تقدیر کے مارے ہیں۔

ماسٹر جی:۔علی محمد آپ کو یاد ہے ہم نے آپ کے مکان کا بیمہ کرایا تھا۔

علی محمد:۔ جی ہاں مجھے خوب یاد ہے۔میں آپ کے ساتھ اس غرض سے شہر بھی گے تھے۔

ماسٹر جی:۔کل جب ڈاکیہ یہ خط لایا تو مجھے یاد آیا۔خدا نے چاہا تو تمہیں اچھا خاصا روپیہ ملے گا

فاطمہ:۔ آپ ہمارے لئے فرشتے ہیں میں تو کہتی ہوں کہ آپ آج ہی شہر چلے جائیں۔

علی محمد:۔ آج بارش ہو رہی ہے۔کل جائیں گے۔

ماسٹر جی:۔ہاں کل سویرے ہی چلیں گے۔

(بارش کے گرنے کی، آواز کے ساتھ ہی Scene مکمل ہو جاتا ہے)

نیا سین شروع

(Type writer) کی آواز۔دفتر کا ماحول)

(سٹیج کی ایک اور کھڑا ایک لڑکا چپراسی معلوم ہوتا ہے)

ماسٹر جی:۔ارے بیٹا سنو۔منیجر صاحب بیٹھے ہیں؟

لڑکا:۔ جی ہاں بیٹھے ہیں۔

ماسٹر جی:۔ہماری یہ پرچی اُن کے میز پر رکھیں۔

لڑکا:۔ جی اچھا۔

(تھوڑی دیر کے بعد)

(ایک دفتر کا سیٹ)

لڑکا:۔ منیجر صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔

ماسٹر جی:۔ٹھیک ہے بیٹا۔

(تھوڑی دیر بعد)

(سٹیج پر ایک کرسی،ایک میز اور سامنے دو کرسیاں،دفتر کا ماحول)

ماسٹر جی:۔ہم بیٹھ سکتے ہیں۔

منیجر:۔ ہاں،فرمائے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں

ماسٹر جی:۔ہم نے آپ کی کمپنی کے ساتھ،ان کے مکان کا بیمہ کرایا ہے۔

منیجر:۔ اچھی بات ہے۔

ماسٹر جی:۔ جس مکان کا بیمہ کرایا وہ مکان کچھ دن قبل جل گیا۔

منیجر صاحب:۔ تو آج آپ معاوضے کیلئے آئے ہیں۔

علی محمد:۔ جی جناب

منیجر:۔ آپ ذرا اپنی پالیسی دکھائے۔

علی محمد:۔ یہ دیکھیے جناب

منیجر:۔ یہ تو کافی بڑی رقم ہے۔ آپ کا مکان شہر کے کونسے محلے میں ہے۔

ماسٹر جی:۔ شہر میں نہیں بلکہ گاوں میں ہے۔

منیجر:۔ یہ پالیسی کس نے کی ہے۔ گاوں میں مکان کی یہ قیمت ہو ہی نہیں سکتی۔

علی محمد:۔ جناب ایسی بات نہیں ہے۔ میرا مکان بہت ہی اچھا تھا۔

منیجر:۔ آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ مگر میرا کمپنی گاوں کیلئے ایسا معاوضہ دینے کیلئے تیار نہیں ہو سکتی۔

ماسٹر جی:۔ مگر ہماری پالیسی میں جو رقم درج ہے۔

منیجر:۔ مجھے نہیں معلوم کہ ابھی تک کسی گاوں کے مکان کیلئے اتنی رقم لکھی گئی ہو۔

علی محمد:۔ جناب کچھ انصاف کریں۔ میرا مکان اس سے زیادہ رقم کا حق دار تھا۔

منیجر:۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔
علی محمد:۔ ماسٹر جی آپ ہی منیجر صاحب کو سمجھائیں۔
ماسٹر جی:۔منیجر صاحب علی محمد کا مکان پورے علاقے میں مشہور تھا۔
منیجر:۔ جی، ضرور رہا ہوگا۔مگر ہم اتنا معاوضہ دے نہیں سکتے۔
علی محمد:۔ جناب یہ تو ناانصافی ہے۔
ماسٹر جی:۔آپ ہمت نہ ہاریں۔ہم چیف منیجر سے بات کریں گے۔

(اسکول کا سیٹ)

(سکول کا ماحول۔ بچے زور زور سے پڑھ رہیں گے)

ماسٹر جی:۔ذرا آہستہ پڑھو کوئی آرہا ہے۔
علی محمد:۔ جناب آسکتا ہوں
ماسٹر جی:۔آو۔آو۔علی محمد۔آو۔سناو
علی محمد:۔ جناب چیف منیجر نے بھی ہماری کوئی مدد نہیں کی
ماسٹر جی:۔میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے کہ کیا کریں
علی محمد:۔ مگر میں نے کچھ سوچ لیا ہے۔
ماسٹر جی:۔مجھے بھی ذرا بتاو۔تم نے کیا سوچ لیا ہے۔
علی محمد:۔ ضرور بتا دوں گا۔پہلے بتائے آپ کل میرے ساتھ شہر چلیں گے۔

ماسٹر جی:۔کل نہیں پرسوں چل سکتا ہو۔

علی محمد:۔ ٹھیک ہے۔

ماسٹر جی:۔مگر ہمیں جانا کہاں ہیں۔

علی محمد:۔ بیمہ کمپنی کے دفتر۔

ماسٹر جی:۔مگر وہ لوگ تو مانتے ہی نہیں۔

علی محمد:۔ میں اُن کو منا کر ہی دم لوں گا۔

ماسٹر جی:۔وہ کیسے

علی محمد:۔ پرسوں بتاوں گا

ماسٹر جی:۔ٹھیک ہے۔

سین ختم

(تھوڑی دیر بعد)

دفتر کا ماحول

(Type Writer کی آواز۔دفتر کا سیٹ، سٹیج پر سجا ہوا)

علی محمد:۔ معلوم نہیں منیجر صاحب آئے ہونگے کہ نہیں۔

ماسٹر جی:۔ مجھے معلوم پڑا ہے کہ وہ آئے ہیں۔مگر آپ اس ڈبے میں کیا لائے ہو۔منیجر کیلئے کوئی تحفہ لائے ہو۔

علی محمد:۔ جی نہیں ایسی کوئی ایسی شئے نہیں ہے۔

ماسٹر جی:۔ پھر کیا ہے۔ ابھی منیجر صاحب کے کمرے میں دکھاوں گا۔

منیجر:۔ آو جناب آو

علی محمد:۔ منیجر صاحب آج میں آپ سے کوئی بحث نہیں کرونگا۔ مجھے صرف اپنے میز پر کچھ خالی جگہ دو۔

منیجر:۔ ارے سنو (چپراسی کی اور) میز پر تھوڑی جگہ بناو۔

علی محمد:۔ ٹھیک ہے منیجر صاحب میں یہاں پر اپنی کاری گری کا نمونہ آپ کو پیش کروں گا۔

(ایک مکان کا ماڈل علی محمد میز پر رکھتا ہے)

منیجر:۔ اوہو۔ یہ تو یورپ کے کسی مکان کا ماڈل ہے۔

ماسٹر جی:۔ علی محمد یہ تو کمال ہے تم نے اپنے گھر کا ماڈل بنایا۔

علی محمد:۔ جی ماسٹر جی۔ منیجر صاحب بتائے خوبصورت ہے کہ نہیں۔

منیجر:۔ واقعی بہت خوبصورت ہے۔

علی محمد:۔ یہ تو نقل ہے جناب اصلی گھر کتنا خوبصورت تھا آپ اندازہ نہیں کرسکتے۔

منیجر:۔ مجھے اب یقین ہوا کہ آپ صحیح بول رہے ہیں۔

ماسٹر جی:۔ میرے خیال سے اب آپ کو ہمارا معاوضہ ادا کرنا چاہیے۔

منیجر:۔ جی ضرور ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف ہے اور کمپنی کو یہ معاوضہ دینے میں اب کوئی اعتراض نہیں، مگر میری علی محمد سے ایک گزارش ہے۔

علی محمد:۔ جناب وہ کیا۔

منیجر:۔ آپ کے گھر کا ماڈل ہم اپنے دفتر میں رکھنا چاہتے ہیں۔

علی محمد:۔ جی ضرور رکھیں ۔مگر اس کے نیچے یہ ضرور لکھیں کہ گھر کی قیمت روپیوں سے ادا نہیں کی جاسکتی۔

منیجر:۔ ایسا ہی ہوگا۔

......ختم شد......

مشورہ

کردار

۱۔ اجمل
۲۔ ڈاکٹر
۳۔ سائرہ
۴۔ ایک لڑکا
۵۔ دوسرا لڑکا
۶۔ لڑکی
۷۔ طاہرہ

(سٹیج پر لگا ہوا ایک سیٹ۔سیٹ پر ایک عورت لیٹی ہوئی۔ساتھ میں ہی ایک مرد لیٹا ہوا ہے۔بیڈروم کا ماحول ایک چھوٹے میز پر رکھا ہوا الارم:)

الارم کی آواز۔

ایک عورت جاگ جاتی ہے۔

(تھوڑی دیر بعد) مرد بھی جاگ جاتا ہے۔

عورت:۔آج تو آپ پہلے ہی الارم پر جاگ گئے

مرد:۔ کیسے نہ جاگ جاؤ سائرہ آج میرے بیٹے کے دسویں کے امتحان کے نتائج آرہے ہیں

سائرہ:۔ہائے اللہ۔آج اجمل کا Result ہے میں تو بھول ہی گئی تھی ڈاکٹر صاحب

ڈاکٹر:۔ تم تو دن رات کہتی رہتی ہو۔اجمل کو میرے سے زیادہ کوئی نہیں چاہتا۔صرف میں ہی اُسکا خیال رکھتی ہوں۔تم تو صبح سے شام تک ڈیوٹی سے کلنک اور کلنک سے ڈیوٹی تک اپنا وقت صرف کرتے ہو۔

سائرہ:۔ آج کے دن تم پہلے الارم پر جاگ کیا گئے میرے ساتھ مقابلہ کرنے لگے۔اجمل کو میں نے تم سے زیادہ پیار دیا۔

ڈاکٹر:۔ ٹھیک ہے جناب۔اب جا کر اُسکو اُٹھاویں ذرا نماز ادا کرتا ہوں۔

سائرہ:۔ آج کس لئے نماز پڑھ کر خدا کو خوش کیا جا رہا ہے صبح صبح

ڈاکٹر:۔ میں خُدا سے رجوع کر کے دعا کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو اچھے نمبرات سے پاس کر دے۔ تاکہ میں اُسکو

سائرہ:۔ تم نے اپنی بات کیوں روک دی

ڈاکٹر:۔ تاکہ میں اسکو بھی ڈاکٹر بنا دوں اور میرا کلینک شہر میں مشہور کلینک بن جائے۔

سائرہ:۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

ڈاکٹر:۔ ہنستے ہوئے۔ ویسے ساس سسر کی باتوں کے علاوہ آپ کو کونسی بات سمجھ میں آتی ہے۔

سائرہ:۔ میں سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ زندگی اجمل کی ہے کریر اُسکا ہے تم اور میں اس کا فیصلہ کرنے والے کون ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر:۔ (سخت لہجے میں) یہ بھی کوئی بات ہے آخر ہم اُسکے والدین ہے۔ ہمیں پورا حق حاصل ہے کہ ہم اُسکے لئے ہر فصیلہ لے سکتے ہیں۔

سائرہ:۔ جناب ڈاکٹر صاحب۔ یہ آپکی غلط فہمی ہے۔ ہو سکے تو جلد از جلد اس غلط فہمی سے باہر نکلو ڈاکٹر جی۔ اجمل آج کی پود ہے وہ آج کی پیداوار ہے۔ بالکل تازہ آپ کل کی پیدوار۔ کل کی پود آج کی پود

کافیصلہ نہیں کرسکتی ہے۔

ڈاکٹر:۔ کل کا بیج۔آج کا پودا ہے۔آج کے پودے کے وجود کی وجہ کل کا بیج ہے۔

سائرہ:۔ وہ سہی ہے مگر آج کے پودے کی رنگت آج کی۔اُسکی جسمات آج کی اُسکی روح آج کی۔اُس میں کل کا کچھ نہیں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ تم بھی ٹھیک کہہ رہی ہو۔

سائرہ:۔ اس لئے اجمل کے کریر کا فصیلہ بھی اجمل ہی کرے گا۔ وہ ڈاکٹری کریگے یا کچھ اور اُس کا فصیلہ اجمل ہی کرے گا۔

ڈاکٹر:۔ شاید تم خدا کو بھول رہی ہو۔

سائرہ:۔ میں نہیں بھول رہی ہوں۔تم بھول رہے ہو۔

ڈاکٹر:۔ کیسے

سائرہ:۔ کب سے نماز کیلئے اُٹھے ہو اور ابھی تک وضو بھی نہیں کیا ہے۔

ڈاکٹر:۔ پھر بحث سے بھاگ رہی ہو۔

سائرہ:۔ بحث کیلئے عمر پڑی ہے۔فی الحال آپ ہاتھ منہ دھولو کیوں آپ کی نماز قضا ہونے والی ہے۔

ڈاکٹر:۔ ٹھیک ہے سرکار

سین ختم

گھر کے ڈائنگ روم کا سیٹ

(کسی کے چلنے کی آواز)

سائرہ:۔ آج ڈاکٹر سہیل خاں ساڑے تین ہی بجے گھر آرہے ہیں۔کیا بات ہے حضور آج کلینک نہیں جانا ہے۔

ڈاکٹر:۔ جان میری لخت جگر نے نمبرات کا ریکارڈ توڑا ہے۔

سائرہ:۔ معلوم ہے معلوم ہے۔

ڈاکٹر:۔ کیا معلوم ہے۔

سائرہ:۔ یہی کہ اُسکو دسویں پوزیشن آئی ہے۔

ڈاکٹر:۔ اللہ شاید میرا سپناہ سچ کردے گا

سائرہ:۔ انشا اللہ۔ آج میں بھی بہت خوش ہوں

ڈاکٹر:۔ معلوم ہے سائرہ جب بیٹا میٹرک میں پاس ہوتا ہے تو باپ کو کیسا لگتا ہے

سائرہ:۔ معلوم ہے ویسا ہی لگتا ہے جیسا ماں کو لگتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ نہیں میری بیگم باپ کے جذبات ماں سے اس صورت میں مختلف ہیں۔

سائرہ:۔ کیسے مختلف ہوتے ہیں

ڈاکٹر:۔ جب میں میٹرک میں پاس ہوا تو میرے باپ نے میرے ماتھے کو چوما تھا۔اُس چومنے کو میں کبھی بھولا نہیں ۔ مجھے ابھی بھی محسوس ہوتا ہے اپنے ماتھے پر اپنے پاپا کے ہونٹ۔اُس سے قبل اُسنے

مجھے زیادہ نہیں چھوما تھا۔ آج مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تب میرے پاپا کو کیسے محسوس ہوا ہوگا۔ جس میں پاس ہوا۔

ڈاکٹر کہتے کہتے رُک جاتا ہے۔

سائرہ:۔ آپ رُک کیوں گئے۔

ڈاکٹر:۔ ہم متوسط طبقے سے تھے۔ میری ماں نے کچھ پیسے بچا کر رکھے تھے۔ اُس نے وہی پیسے نکال کر میرے باپ کو دے اور کہا۔ (ڈاکٹر کی آنکھوں میں آنسو اور اسکی آواز بھاری ہونے لگی)

سائرہ:۔ پھر......

ڈاکٹر:۔ اُس نے اُن پیسوں سے سارے محلے کے بچوں کو قہوہ پلایا یا اُس زمانے میں جب بھی کوئی پاس ہوتا تھا تو سارا محلّہ خوشیاں مناتا تھا۔ مگر آج کے دور میں

سائرہ:۔ آج کے دُور میں کیا۔

ڈاکٹر:۔ آج کے دُور ایک ماں ایک باپ سے جس کا بیٹا پاس ہوا ہے پوچھتی ہے کہ وہ گھر وقت سے قبل کیوں آیا ہے

سائرہ:۔ جناب ڈاکٹر صاحب غلطی ہوگی

ڈاکٹر: سائرہ یہ تمہاری غلطی نہیں ہے۔ یہ غلطی آج کے جدید دُور کی ہے یہاں زندگی اتنی میکانیزڈ (Mechanised) بن گئی کہ عام زندگی میں خاص دنوں کی تعداد دن بہ دن گھٹ رہی ہے۔

(سٹیج پر ایک لڑکا صاف پوشاک پہنے ہوئے ونگ سے اندر آتا ہے۔)

سائرہ:۔ ارے بیٹا اجمل۔ آؤ۔ آؤ

ڈاکٹر:۔ میرے پاس آؤ اجمل میں تیرے ماتھے کو چومنا چاہتا ہوں اور محسوس کرنا چاہتا ہوں کہ میرے باپ کو کئی سال پہلے کیسا محسوس ہوا تھا۔

(ڈاکٹر اجمل کو چومتا ہے)

سائرہ:۔ آجا بیٹا ممی بھی چومنا چاہتی ہے۔

ڈاکٹر:۔ اجمل تم نے آگے کیلئے کیا سوچا ہے

اجمل:۔ جی پاپا میں میڈکل سائنس میں ہی دلچسپی رکھتا ہوں

سائرہ:۔ یعنی آپ کو بھی اپنے باپ کی طرح ڈاکٹر ہی بننا ہے۔

اجمل:۔ ہاں ماں سوچتا ہوں کہ ڈاکٹر بن کر پاپا کو کلینک چلانے میں مدد دوں۔

ڈاکٹر:۔ یہی تو میں چاہتا ہوں۔ مگر آپ کو بڑی محنت کرنی پڑے گی۔

اجمل:۔ جی پاپا۔ ٹیوشن لینی پڑے گی

سائرہ:۔ ارے ٹیوشن سے یاد آیا تماری بہن ابھی ٹیوشن سے لوٹی ہی نہیں۔ تم ذرا دیکھ لو۔

ڈاکٹر:۔ میں کلینک پر جاتا ہوا۔ اجمل تم ذرا دیکھ لو کہ تمہاری بہن ابھی لوٹی کیوں نہیں۔

اجمل:۔ ٹھیک ہے پاپا مگر میرا تحفہ نہیں بھولنا

سین ختم

(اسٹیج پر لڑکوں کی ایک ٹولی)

ایک لڑکا:۔ ارے رشید چل باغ میں چلتے ہیں نئے مرغے داخلہ لے رہے ہیں اُن کی خبر لیتے ہیں۔

دوسرا لڑکا:۔ رشید تو نہیں آے گا یہ تو Ragging کے خلاف ہے مگر میں تو چلوں گا کیوں امجد تم چلو گے۔

پہلا لڑکا:۔ میں نے سنا ہے کہ ڈاکٹر سہیل کا بیٹا بھی اسی کالج میں داخلہ لے رہا ہے۔

دوسرا لڑکا:۔ وہ دیکھو وہاں ہے۔ شاید اجمل اس کا نام ہے۔

پہلے لڑکے کی آواز: آو چلو دیکھتے ہیں

ایک لڑکا:۔ ارے او چکنے یہاں آو

دوسرا لڑکا: کیا نام ہے تمارا

اجمل:۔ میرا نام اجمل ہے

پہلا لڑکا: جی ساتھ میں کیوں نہیں لگایا۔

اجمل:۔ جی میرا نام اجمل ہے۔ مگر آپ کون ہیں

دوسرا لڑکا:۔ آجا پیارے تیرا تعارف کرنا ہے۔

اجمل:۔ میں زبردستی تعارف نہیں کرانا چاہتا ہوں

دوسرا لڑکا:۔ مگر ہم تو زبردستی تعارف کریں گئے۔

پہلا لڑکا:۔(نرمی والے لہجہ میں) باغ میں تھوڑا کھُل کر تعارف کرتے ہیں۔

اجمل:۔ ایسا بولو.......... چلو چلتے ہیں۔

(اسٹیج کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک آجاتے ہیں۔)

ایک لڑکا:۔کیا نام بتایا تم نے

اجمل:۔ اجمل

دوسرا لڑکا:۔جی نہیں بول سکتا۔

اجمل:۔ جی میرا نام اجمل ہے۔

پہلا لڑکا:۔باپ کا نام کیا ہے۔

اجمل:۔ جی باپ کا نام ڈاکٹر سہیل ہے۔مگر کیوں؟

دوسرا لڑکا:۔کیوں بولتا ہے۔دوں کھینچ کر ایک......جلدی سے جوتا کھولو۔

(اجمل جوتا کھولتا ہے)

پہلا لڑکا:۔اب آپ اس باغ کے 20 چکر لگاؤ۔

اجمل:۔ مگر 20 چکر تو بہت زیادہ ہیں۔

دوسرا لڑکا:۔چلو 25 چکر لگاؤ۔

پہلا لڑکا:۔جتنی باتیں کروگے اُتنے چکر بڑھ جائیں گا۔چلو شروع کرو ابھی

تو میں نے Ragging شروع ہی کی ہے۔

(تھوڑی دیر کے بعد)

(اجمل اسٹیج کے چکر لگا رہا ہے۔)

پہلالڑکا:۔چل ایک سگریٹ سلگا

دوسرالڑکا:۔ارے یار Principal دیکھ لے گا۔

پہلالڑکا:۔ بڑا ڈرپوک ہے۔چل میں ہی سُلگا تا ہوں

اجمل:۔ ہانپتا ہوا۔جی میں نے 10 چکر لگائے اور نہیں لگائے جاتے۔

دوسرالڑکا:۔یہ لگا آکسیجن۔سگریٹ اجمل کی اور کرتا ہوا۔

اجمل:۔ جی میں سگریٹ نہیں پیتا

پہلالڑکا:۔ابے ڈاکٹر کے بچے۔سگریٹ تو تمہیں پینا ہی پڑے گا۔

اجمل:۔ جی نہیں میں نہیں پیوں گا

دوسرالڑکا:۔اُلو کا پٹھا نہیں پیا گا۔ذرا پکڑ واسکو۔میں اس کے منہ میں سگریٹ ٹھوس دیتا ہوں

اجمل:۔ جی ایسا ظلم نہ کرو۔(ایک کش لیتا ہے اور کھانسنا شروع کرتا ہے)

ایک لڑکا:۔اجمل ایک اور کش لے لو

اجمل:۔ میں نہیں لاؤں گا

دوسرالڑکا:۔اسکو دو گھونسے دو۔خود لے گا

اجمل:۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے

ایک لڑکا:۔اس کو چھوڑو۔پرنسپل کھڑکی سے دیکھ رہے ہیں۔

سین ختم

(اذان کی آواز)

ڈرائنگ روم کا سیٹ:

ڈاکٹر صاحب:۔ مغرب کی اذان تو ہوگئی

سائرہ:۔ ہاں ہوگئی ہے مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں

ڈاکٹر:۔ پر اجمل ابھی تک نہیں لوٹا

سائرہ:۔ وہ دیر سے لوٹتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ مگر کیوں دیر سے لوٹتا ہے۔

سائرہ:۔ اُسکو ٹیوشن جانا ہوتا ہے۔

(Door Bell کی آواز)

سائرہ:۔ شاید وہی ہے۔

ڈاکٹر:۔ میں دروازہ کھولتا ہوں

سائرہ:۔ آپ دروازہ کھولو میں کھانا لگائی ہوں

ڈاکٹر:۔ ٹھیک ہے۔

(ونگ سے اجمل اور ڈاکٹر گھس جاتے ہیں)

(تھوڑی دیر کے بعد)

سائرہ:۔ آجاو اجمل کھانا لگ گیا ہے۔

ڈاکٹر:۔ مجھے اجمل تھوڑا اُسست لگ رہا ہے۔

سائرہ:۔ پڑھائی کی وجہ سے کمزور ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر:۔ (آہستہ آہستہ) سگریٹ وغیرہ تو نہیں پیتا ہے۔

سائرہ:۔ تم کتنا شک کرتے ہو۔ رات کو دیر تک پڑھتا ہے۔ اس وجہ سے کمزور ہو رہا ہے

ڈاکٹر:۔ پڑھائی تو کر رہا ہوگا۔ امتحان جوان کے نزدیک آرہے ہیں۔ آجا اجمل میرے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

اجمل:۔ نہیں پاپا میں ممی کے ساتھ ہی بیٹھ جاوں گا۔

ڈاکٹر:۔ امتحاں کی تیاریاں ٹھیک ہیں۔

سائرہ:۔ ابھی کھانا کھاو بعد میں امتحان کی باتیں کرنا۔

اجمل:۔ جی اچھی طرح سے پڑھ رہا ہوں۔

ڈاکٹر: دیکھو بیٹا 2+10 کا امتحان بہت ہی اہم امتحان ہے اس کے لئے طالب علم بہت محنت کرتے ہیں۔

اجمل:۔ معلوم ہے پاپا۔

ڈاکٹر:۔ اگر کہیں پر میری ضرورت ہو یا اور ٹیوشن لگانی ہو تو مجھے بتانا۔

سائرہ:۔ کیسی بات کرتے ہو تمہیں نہیں بتائے گا تو اور کسی کو بتائے گا۔

اجمل:۔ میں اب اُٹھ سکتا ہوں

سائرہ:۔ ارے بیٹا تم نے تو بالکل ہی کم کھانا لیا۔

اجمل:۔ جی امی۔ مجھے زیادہ بھوک نہیں لگتی

سائرہ:۔ پڑھنے کا دباؤ ہے۔

(اجمل اسٹیج چھوڑ دیتا ہے)

ڈاکٹر:۔ ٹھیک ہے جاو۔ پڑھائی کرو۔

سائرہ:۔ آپ بھی جلدی کھانا ختم کرو۔ مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔

ڈاکٹر:۔ ابھی اُٹھتا ہوں

سین ختم

ڈرائنگ روم کا سیٹ

ڈاکٹر تیز تیز قدموں کے ساتھ اسٹیج پر آجاتا جہاں پر سائرہ پہلے سے موجود ہے۔

ڈاکٹر:۔ سائرہ۔سائرہ

سائرہ:۔ جی کیا بات ہے کیوں چلا رہے ہو۔

ڈاکٹر:۔ اجمل کہاں

سائیرہ:۔یہی کہیں ہو گا۔

ڈاکٹر:۔ کہاں گیا وہ نالایق۔

سائرہ:۔ کیوں کیا ہوا۔

ڈاکٹر:۔ سائرہ۔اجمل فیل ہو گیا ہے۔

سائرہ:۔ ہائے اللہ یہ کیا ہوا۔تب ہی تو وہ مایوس دکھائی دے رہا تھا۔

ڈاکٹر:۔ اب کہاں ہے وہ نالائق

سائرہ:۔ وہ اپنے کمرے میں ہی ہوگا

ڈاکٹر:۔ ذرا تم اُسکو دیکھو لو اور میرے پاس لاو میں ذرا دو جوتے ماروں گا۔

سائرہ:۔ ٹھیک ہے میں ابھی دیکھتی ہوں

ڈاکٹر:۔ (آہستہ آہستہ)۔ اس نالائق نے میرے سارے سپنے مٹی میں ملا دیئے۔

(تھوڑی دیر کے بعد سائرہ لوٹتی ہے)

سائرہ:۔ (ڈرتی آواز میں) اجمل اپنے کمرے میں نہیں ہے۔

ڈاکٹر:۔ غور سے دیکھو۔ کہیں گھر میں آگے پیچھے ہوگا میں بھی دیکھتا ہوں۔

(تھوڑی دیر تک خاموشی)

ڈاکٹر:۔ سائرہ تم اجمل کا کمرہ کھول دو میں بھی تمہارے ساتھ آتا ہوں۔

سائرہ:۔ جی ٹھیک ہے

(ڈاکٹر اور سائزہ ایک کونے سے دوسرے کونے پر آجاتے ہیں)

ڈاکٹر:۔ ذرا اسکا صندوق کھول دو۔

(ایک صندوقچہ کھول دیتے)

سائرہ:۔ اس میں تو سگریٹ کے ٹکڑے ہیں

ڈاکٹر:۔ کہاں ہیں مجھے دکھاو

سائرہ:۔آپ ذرا صندوق کو آگے کرو۔ مجھے ایک سرینج دکھائی دے رہی ہے۔

ڈاکٹر:۔ کہاں ہے ذرا ادھر دے دو

سائرہ:۔ یہ لو

ڈاکٹر:۔ سائرہ۔اجمل کسی غلط صحبت میں پڑ گیا ہے (ایک لڑکی دوڑ کر اسٹیج پر آجاتی ہے)

سائرہ:۔ میں ذرا دیکھتی ہوں

لڑکی:۔ بھیا تو آنگن میں گرا پڑا رہے

سائرہ:۔ ہائے اللہ

ڈاکٹر:۔ چلو جلدی باہر چلو

(ایک Spot کے نیچے اجمل اسٹیج پر گرا پڑا ہوا)

ڈاکٹر:۔ اسکو اندر لے جاوَ۔اس نے Drugs استعمال کی ہیں

سائرہ:۔ ہائے اللہ

ڈاکٹر:۔ ہائے اللہ کرنے کے بدلے اسپتال میں فون کرو۔

سائرہ:۔ اسپتال فون مت کرو۔سبھی یار دوستوں میں بات پھیل جائے گی

ڈاکٹر:۔ مگر اس کا علاج میں یہاں نہیں کر سکتا ہوں

سائرہ:۔ آپ کو علاج یہیں پر ہی کرنا ہوگا۔ یہ ہمارے گھر کی عزت کا سوال ہے۔

سین ختم

(ڈائننگ روم کا سیٹ)

(ایک چھوٹے میز پر ٹیلیفون)

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے۔

سائرہ: (فون کا جواب دیتی ہے) ہیلو

سائرہ: جی اجمل ہے میں اُن کو بلاتی ہوں

(تھوڑی دیر بعد)

(اجمل سیٹ پر آجاتا ہے)

سایرہ:۔ اجمل تمہارا فون ہے۔

اجمل:۔ ہیلو

(خاموشی)

اجمل:۔ مگر میرے پاس پیسے نہیں ہیں

(خاموشی)

اجمل:۔ میں کیا کرسکتا ہوں۔

(خاموشی)

اجمل:۔ مگر میں کیا کروں

(خاموشی)

اجمل:۔ ٹھیک ہے تم کل فون کرنا

(اجمل فون رکھ دیتا ہے)

(اتنی دیر میں ڈاکٹر صاحب ونگ سے نکلتے ہیں)

ڈاکٹر صاحب:۔ سائرہ میں نے چیک بک رکھ دی ہے

سائرہ:۔ ٹھیک ہے۔

(تھوڑی دیر کے بعد)

اجمل (خود سے بات کرتے ہوئے) میری مشکل کا حال نکل آیا ہے
ایک ہی چیک سے مسلہ حل ہو جائے گا۔

سائرہ ۔ ارے یہ اجمل تو نکل گیا۔ اِس نے تو ناشتہ بھی نہیں کیا۔۔۔ شاید
آج اسکو جلدی جانا ہوگا۔۔۔ اسکے برتاو سے میں تنگ تو تھی ہی
اسکا باپ بھی تنگ آ رہا ہے۔

سین ختم

(ایک ڈائنگ روم کا سیٹ۔ ایک عورت کرسی پر اجمل ونگ سے اسٹیج پر آجاتا ہے)

ایک عورت: کون ہے۔

اجمل ۔ جی میں ہوں اجمل

عورت کی آواز۔ آجاو اندر آجاو

اجمل ۔ جی اچھا

عورت۔ بولو

اجمل:۔ آنٹی ممی کو کچھ پیسوں کی ضرورت پڑی پاپا نے چیک تو دیا اُنکو مگرو ہ دستخط کرنا بھول گئے۔

عورت:۔ کہاں ہے وہ چیک

اجمل:۔ جی یہ ہے۔

عورت:۔ ٹھیک ہے تم پانچ ہزار روپیہ لے لو۔ میں آپکے پاپا سے اس پر دستخط کرالوں گی۔

اجمل:۔ جی اچھا۔

عورت:۔ یہ لو۔ گن لو

اجمل:۔ جی شکریہ۔

سین ختم

(ڈائننگ روم کا سیٹ۔ اسٹیج پر سائرہ اکیلی ٹہل رہی ہے)
ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے۔

سائرہ:۔ ہیلو (ٹیلی فون میں)

عورت کی آواز:۔ ہیلو سائرہ میں طاہرہ بول رہی ہوں

سائرہ:۔ جی بولیں

طاہرہ:۔ جی وہ روپے آپ کو ملے

سائرہ:۔ کون سے روپے۔

طاہرہ:۔ جو آپ کو ضرورت تھے

سائرہ:۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔

طاہرہ:۔ وہ جو چیک ڈاکٹر صاحب نے دستخط نہیں کیا تھا۔

سائرہ:۔ کونسی چیک

طاہرہ:۔ میں نے اجمل کو پانچ ہزار روپیہ دے۔ اور اجمل نے جو چیک مجھے دی وہ بھی آپ کو بھیج رہی ہوں۔

سائرہ:۔ جی شکریہ مگر مجھے لگ رہا ہے کہ آپ کو کوئی غلط فہمی ہے۔

طاہرہ:۔ چلو میں رکھتی ہوں

(تھوڑی دیر کے بعد)

سائرہ:۔ آج اجمل اور اس کے پاپا کو آنے دو۔

(خود سے باتیں کرتے ہوئے)

میں یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ چیک طاہرہ کے گھر میں کس نے پہنچایا۔ ڈاکٹر صاحب سے کبھی غلطی نہیں ہو سکتی ہے۔ مگر اجمل بھی اتنی بڑی غلطی نہیں کر سکتا۔

(اتنی دیر میں ڈاکٹر اسٹیج پر آ جاتا ہے)

ڈاکٹر:۔ ارے بھائی آپ خود سے کیا باتیں کرتے ہو۔

سائرہ:۔ مجھے بتاؤ ہمارا ایک چیک طاہرہ کے ہاں کیسے پہنچا۔

ڈاکٹر:۔ (ہنستے ہوئے) طاہرہ اتنی خوبصورت نہیں ہے۔

سائرہ:۔ آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے۔

ڈاکٹر:۔ نہیں مگر مذاق تو تم کر رہی ہو بھلا میرا چیک اُنکے گھر کیسے پہنچ سکتا ہے۔

سائرہ:۔ جی ایسا ہی ہے۔

ڈاکٹر:۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ This is impossible

سائرہ:۔ اللہ کرے آپ صحیح ہوں۔

ڈاکٹر:۔ آپ کیا سمجھتی ہیں اجمل نے چوری کی ہے۔

(اس بیچ میں Call Bell بجتی ہے)

سائرہ:۔ میں دیکھتی ہوں۔(ونگ سے ایک چیک ہاتھ میں لے آتی ہے)

(سائرہ جلد جلد قدموں سے واپس آتی ہے)

ڈاکٹر:۔ کس کا چیک ہے

سائرہ:۔ جناب آپ خود دیکھیں مجھے تو آپکا ہی لگتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ I can not believe it

سائرہ: you have to believe it

ڈاکٹر مگر اجمل کو یہ چیک کہاں ملا۔۔۔

سائرہ:۔ چیک بک آپکا ہے۔

ڈاکٹر:۔ سائرہ اجمل چوری نہیں کر سکتا ہے۔

سائرہ:۔ کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ کیا؟

سائرہ:۔ جی ہاں کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ مگر تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔

سائرہ:۔ کیونکہ ہمارے گھر میں پچھلے دو مہینوں سے چوریاں ہو رہی ہیں۔
جو میں نے آپکو نہیں بتائیں۔

ڈاکٹر:۔ اجمل کہاں ہے۔

سائرہ:۔ وہ ابھی تک نہیں لوٹا۔

ڈاکٹر:۔ روز دیر سے لوٹتا ہے۔

سائرہ:۔ آج کچھ زیادہ ہی دیر ہوئی۔

ڈاکٹر:۔ آج آنے دو اُسکو میں اُسکی خبر لوں گا۔

سائرہ:۔ گیارہ بجنے والے ہیں۔

ڈاکٹر:۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔

سائرہ:۔ میرے خیال سے ہمیں ہی اُسکو ڈھونڈنا پڑے گا۔

ڈاکٹر:۔ سائرہ، تم گیٹ کھولو

سائرہ:۔ ٹھیک ہے۔

تیز تیز قدموں سے ایک آدمی اندر آجاتا ہے۔

ارے جناب یہاں کوئی ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں کیا۔

سائرہ:۔ ہاں رہتے ہیں۔مگر کیوں۔

مرد: جی وہاں پر کوئی لڑکا گرا ہوا ہے۔اُسکے منہ سے خون آرہا ہے۔

ڈاکٹر: کہاں پر گر پڑا ہے۔وہ لڑکا۔

مرد: جی سامنے والے چوراہے سے تھوڑا آگے۔

سائرہ: ٹھیک ہے۔چلتے ہیں۔

سین ختم

اسٹیج پر ایک بیڈ پر لیٹا ہوا اجمل اور اس کے ارد گرد ڈاکٹر اور سائرہ۔

اجمل:۔ میں کہاں ہوں (دھیمی آواز میں)

سائرہ:۔ شاید اسکو ہوش آیا۔

ڈاکٹر:۔ اسکو تو ہوش آیا مگر میرے ہوش کھوئے ہیں۔

سائرہ:۔ اب ہم کیا کریں۔کسی کو بتا بھی نہیں سکتے۔

ڈاکٹر:۔ میرے پاس اب کوئی چارہ نہیں۔

سائرہ: اُس سے پوچھ لو یہ چیک وہاں کیسے پہنچا۔

ڈاکٹر:۔ اس سے اوپر والا ہی حساب لے گا۔

سائرہ:۔ میں سمجھی نہیں۔

ڈاکٹر:۔ اندر کمرے میں چلو۔میں بتاتا ہوں۔

(ڈاکٹر اور سائرہ اسٹیج کے ایک کونے میں چلے جاتے ہیں)

سائرہ:۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہو۔

ڈاکٹر:۔ میں ایک فیصلہ بہت ہی سوچ سمجھ کر کیا ہے۔

سائرہ:۔ کیا؟

ڈاکٹر:۔ مجھے معلوم ہے تمہیں اجمل پیارا ہے مگر ہماری جو بے عزتی ہو رہی اس کے لئے مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا۔

سائرہ:۔ تم صاف صاف بتاو کہ کیا کرنا چاہتے ہو۔

ڈاکٹر:۔ مجھے غلط نہیں سمجھنا۔ دیکھو اجمل جیسا تمارا بیٹا ہے ویسا ہی میرا بھی ہے۔ مگر ہم کو یہ فیصلہ لینا ہی پڑے گا۔

سائرہ:۔ کون سا فیصلہ۔

ڈاکٹر:۔ میں نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر لیا ہے۔۔۔۔۔ دیکھو جو پیڑ سوکھنا شروع کرتا ہے۔ اُسکو کاٹ لینا ہی عقل مندی ہے۔

سائرہ:۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو

ڈاکٹر:۔ میں ایک انجکشن لایا ہے۔

سائرہ:۔ کونسا انجکشن۔

ڈاکٹر:۔ (ہڑ بڑاتے ہوئے) یہ ایک ایسا انجکشن ہے جس سے ایک آدمی نیند میں چلا جاتا ہے۔ اور............

سائرہ:۔ اور پھر وہ کبھی نیند سے اُٹھتا ہی نہیں

ڈاکٹر:۔ ہاں بالکل

سائرہ:۔ تمہیں شرم آنی چاہے۔

ڈاکٹر:۔ میں کیا کرسکتا ہوں۔میرا بیٹا چوری کرتا ہے۔ایک ڈاکٹر کا بیٹا چور ہے۔میرا بیٹا دھوکہ بازی کرتا ہے۔ایک ڈاکٹر جس کو شہر عزت کی نگاہ سے دیکھتا اُسکا بیٹا گلی میں گرا پڑا ملتا ہے۔

(ڈاکٹر کی آواز اور بھاری ہو جاتی ہے اور وہ رونے لگتا ہیں)

سائرہ:۔ میں بھی یہی درد سہہ رہی ہوں مگر ہمیں اُس چیز کو ختم کرنے کا حق نہیں ہے۔جیسے ہم کو خدا نے دیا ہوا۔

ہمیں اجمل خدا نے دیا ہے اور وہ ہی اُسکو نیک راہ پر ڈال دیں گئے۔اُس کی زندگی لینے والے آپ کون ہیں۔

ڈاکٹر:۔ دیکھو تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو

سائرہ:۔ میں تمہیں غلط نہیں سمجھ رہی ہوں میں تمیں ٹھیک سمجھ رہی ہے۔

سین ختم

(اسٹیج پر بیڈ اور اس پر اجمل لیٹا ہوا)

اجمل:۔ یا اللہ میرا باپ مجھے مارنا چاہتا ہے۔اور میری ماں جس سے میں ٹھیک سے بات بھی نہیں کرتا۔مجھے بچانا چاہتی ہے۔میں کیا

کر سکتا ہوں ۔ اپنے آپ کو میں نے ختم کیا۔ میں کیا سے کیا بن گیا ہوں جس گھر کا میں نورِ چشم تھا اُس گھر کا سب سے بڑا دشمن بن گیا ہوں ۔ جو دسویں میں اچھے نمبرات سے پاس ہوا۔ وہ بارویں میں آتے آتے فیل ہو گیا۔

میں کیا سے کیا بن گیا ہوں۔۔۔۔۔

(وہ اُٹھ کر بستر پر بیٹھ جاتا ہے)

اجمل :۔ میں اب کر کے دکھاؤ ں گا کہ اگر میں نے پہلے اچھے نمبرات لائے تو میں اب بھی لا سکتا ہوں۔ آج اگر ممی مجھے بچانے میں کامیاب ہوئی تو اسی سال اپنے آپ کو بدل کر گھر کو ایک بڑا تحفہ دوں گا۔

سین ختم

(ڈرائنگ روم کا سین)

اجمل ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹہل رہا ہے

اجمل :۔ ممی آج کا اخبار آیا کیا

سائرہ :۔ کیوں آج تم سویرے ہی اخبار ڈھونڈ رہے ہو۔

اجمل :۔ بولو ناماں

سائرہ :۔ مجھے معلوم ہے۔ تمہیں مبارک ہو۔

اجمل:۔ کیا تم سچ کہہ رہی ہو ماں (بھاری آواز)
نہیں ماں کیا میں واقعی میں ڈاکٹری تربیت کیلیئے چنا گیا ہوں۔

سائرہ:۔ ہاں میرے لال تم چُنے گئے ہو۔

اجمل:۔ پاپا کہاں ہے۔ میں بے تاب ہوں کب وہ میرے ماتھے کو چومے۔

(اتنی دیر میں ڈاکٹر ونگ سے اندر آجاتا ہے)

ڈاکٹر:۔ میری باہیں بھی بے تاب ہیں تمہیں گلے لگانے کیلیئے۔ میرے لال میں بہت خوش ہوں۔ میں کل سے ہی کلینک کی جدید کاری شروع کروں گا۔

سین ختم

(ایک میز اور ایک کرسی۔ کرسی پر اجمل آرام سے بیٹھا ہوا)

(موبائل کی گھنٹی بجتی ہے)

اجمل:۔ ہیلو ماں کیا بات ہے۔

سائرہ:۔ بیٹا تم گھر چلے آو۔ تمہارے آبا کی طبیعت خراب ہوئی ہے۔ گھر جلدی لوٹ آو۔ ہو سکے تو Ambulance بھی ساتھ لے آنا۔

اجمل:۔ جی ماں ٹھیک ہے میں Ambulance ساتھ لے کر آرہا ہوں۔

سائرہ:۔ ٹھیک ہے۔

سین ختم

اسٹیج پر ایک سڑ چر پر لیٹے ہوئے آدمی کو اجمل اور سائزہ لے جا رہے ہیں۔

اجمل:۔ ذرا جگہ چھوڑیں۔

ایک مرد:۔ ارے بڑے ڈاکٹر صاحب کوما میں چلے گئے ICU کو کھول دو۔

(تیز تیز قدموں کی اور سٹریچر (Strecher) کے پہیوں کے

چلنے کی آوازیں)

(ایک لمبا بنچ اس پر سائزہ اور اجمل)

اجمل:۔ جی مما ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ پاپا کو کوما سے نکلنے میں وقت لگے گا۔

سائرہ:۔ کتنی دیر لگ سکتی ہے۔

اجمل:۔ وہ کچھ نہیں کہتے۔

سائرہ:۔ کیوں۔

اجمل:۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ پاپا کے سر میں Blood Clotting ہوئی ہے۔

سائرہ:۔ اب کیا کریں۔

اجمل:۔ ہم پانچ دس روز تک دیکھیں گے۔

سائرہ:۔ اُس کے بعد۔

اجمل:۔ اُس کے بعد ہم پاپا کو Shift کریں گے۔

سائرہ:۔ کہاں۔

اجمل:۔ ہم اسکو گھر لے جاہیں گے۔

سائرہ:۔ کیوں۔

اجمل:۔ ممی اصل بات تو ہے کہ جو لوگ کوما میں چلے جاتے ہیں وہ بڑی دیر تک بستر پر ہی رہتے ہیں

سائرہ:۔ یعنی تمارے پاپا بڑی دیر تک بستر پر ہی رہیں گے۔

اجمل:۔ جی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔

سین ختم

(ڈرائنگ روم کا سیٹ۔ اجمل اور سائرہ سیٹ پر موجود)

اجمل:۔ ماں اب ذرا بجلی بجھا دیں۔

سائرہ:۔ ٹھیک ہے بیٹا تم اپنے پاپا کا خیال رکھنا۔

سائرہ:۔ اجمل کسی جلد کے ڈاکٹر کو فون کرو۔

اجمل:۔ جی کرتا ہوں مگر کیوں۔

سائرہ:۔ بیٹا بیڈ پر لیٹے لیٹے آپ کے پاپا کے پیٹھ پر زخم پڑ گئے ہیں۔

اجمل:۔ وہ تو ہونے ہی تھے۔ دو سال ہو گئے۔ پاپا کو بستر پر لیٹے ہوئے۔

سائرہ:۔ اور کتنی دیر ڈاکٹر صاحب ایسے ہی لیٹے رہیں گے۔

اجمل:۔ کچھ کہہ نہیں سکتے۔

سائرہ:۔ (آہستہ آہستہ) کتنی دیر تک انتظار کریں گے۔

اجمل:۔ آپ کچھ کہہ رہی ہو ماں

سائرہ:۔ ہاں بیٹا تم کل صاحبا کے پاپا سے مل لو میں تمہاری شادی کی تاریخ مقرر کروں گی۔

اجمل:۔ آپ کیا کہہ رہی ہو ماں۔

سائرہ:۔ ہاں تمہاری عمر ڈھل رہی ہے۔

اجمل:۔ چھوڑ اس بات کو ماں کوئی اور بات کرو۔

سائرہ:۔ کیا بات کروں۔

اجمل:۔ کچھ بھی۔

سائرہ:۔ یہ Right to Death کیا ہے۔

اجمل:۔ ماں آپ کے دل میں کیا ہے۔

سائرہ:۔ کچھ نہیں۔

اجمل:۔ نہیں ماں کچھ تو ہے۔ آپ کھُل کر بولو

سائرہ:۔ اجمل کیا ہم ڈاکٹر صاحب کو Right to Death نہیں دے سکتے۔

اجمل:۔ ماں آپ کیا کہہ رہی ہو۔

سائرہ:۔ مجھے لگتا ہے کہ ہمیں ڈاکٹر صاحب کو اس درد سے آزاد کرنا چاہے۔

اجمل:۔ ماں ہم کون ہوتے ہیں آزاد کرنے والے

سائرہ:۔ اگر آپ ڈاکٹر صاحب کو ایک انجکشن لگادو گے تو اِن کو اس دکھ

سے نجات ملے گی۔

اجمل:۔ ماں ہم انساں اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں کسی سے بھی زندگی چھین سکتے ہیں۔

سائرہ:۔ نہیں آپ غلط سمجھ رہے ہو

اجمل:۔ نہیں ماں میں صحیح سمجھ رہا ہوں۔ مگر ایسے بھی سوچتی ہیں آپ۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔

اجمل: ماں مجھے یقین نہیں ہوتا۔

سائرہ:۔ ہمیں اس بارے میں سوچنا ہی ہوگا۔

اجمل:۔ ہم کون ہوتے ہیں ماں کسی کو مارنے والے۔ پاپا کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اللہ ہی اُن کو اس عذاب سے نجات دے سکتے ہیں۔

(بیک گرواونڈ میں سائرہ کا ڈائیلاگ:۔ ہم اجمل کو مارنے والے کون ہوتے ہیں اُسکو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اور وہ ہی اسکو نیک راہ پر ڈال سکتے ہیں۔)

سائرہ:۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہم اللہ کے ہی فیصلے کا انتظار کریں گے۔

ڈرامہ اختتام پذیر

نور

کردار

۱۔ رمضانہ
۲۔ ساجہ
۳۔ پیر صاحب
۴۔ ڈاکٹر صاحب
۵۔ ایک عورت
۶۔ دوسری عورت
۷۔ نور
۸۔ لالہ
۹۔ ایک شخص
۱۰۔ ریاض
۱۱۔ ماسٹر جی
۱۲۔ حبہ کاک
۱۳۔ پرنسپل
۱۴۔ رحیم رتر کھان
۱۵۔ انسپکٹر
۱۶۔ جج
۱۷۔ سیما
۱۸۔ آٹو والا

سڑک پر ریڈی کے پہیوں کی آواز

سٹیج بالکل خالی

ایک آدمی ایک ریڈی کو دھکا دے رہا ہے۔۔ پیچھے پردے پر
سڑک کی تصویر۔۔۔ پیڑ وغیرہ

پھر ایک آدمی کے چلنے کی آواز

(آدمی اپنے آپ سے)

آدمی: آج کافی گرمی تھی، آج کمائی بھی کچھ خاص نہیں رہی۔کل ٹھیک ٹھاک کمایا تھا مگر آج بازار میں مال بھی بہت کم ہی تھا چلو......آج بھی مندا ہی رہا، آج ساجہ پھر لڑے گی۔

(ایک بچے کے رونے کی آواز)

آدمی: یہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں، کوئی بچہ رو رہا ہے مگر یہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں، شاید اس طرف سے آرہی ہیں۔مگر وہاں پر تو چنار کا پیڑ ہے۔

(آدمی کے چلنے کی آواز)

آدمی: یہاں تو کچھ بھی نہیں۔

(بچے کے رونے کی آواز اور تیز ہوتی ہیں)۔

آدمی: ارے یہ تو پیڑ کے اندر سے آرہی ہے۔

(پتے اِدھر اُدھر ہلانے کی آوازیں)۔

اسٹیج کے ایک کونے پر ایک تھیلا بھرا ہوا

آدمی: میرے خدا اس بچے کو اس پولیتھین میں رکھا ہے۔

(بچے کے رونے کی آوازیں۔)

آدمی: رُکو۔ میں تمہیں اس پالیتھین سے نکالتا ہوں، اس پالیتھین سے بڑی بدبو آرہی ہے۔ پتہ نہیں کس ظالم ماں نے اس کو یہاں مرنے کے لئے چھوڑا ہے۔ مگر پہلے اس کو صاف کرنا پڑے گا۔ میں اس کو پاس ہی بہہ رہے نلکے سے صاف کروں گا۔ پھر آگے کی سوچتے ہیں۔

(نلکے پر بہہ رہے پانی کی آواز۔)

آدمی: یہ لنگوٹ نکالنا پڑے گا۔ پانی سے اب اس کی ٹانگیں دھونی پڑیں گی۔ اب اس کی کمر کو صاف کریں گے۔ اب ٹھیک ہے۔ یہ تو لڑکی ہے۔ تب ہی شاید اس کو اس کی ماں نے پھینکا ہوگا۔ لڑکیوں کے لئے یہ دنیا نہیں ہے۔ شاید لوگ یہی بتانا چاہتے ہیں۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہم اگر لڑکیوں کو مرنے کے لئے چھوڑیں گے پھر لوگ کس سے جنم لیں گے؟ اس لڑکی کو میں اب وہیں پر ہی رکھوں گا۔ شاید اس کی ماں اس کو پھر دیکھنے کیلئے

آئے۔ چلو اس کو واپس رکھتا ہوں۔

یہ آدمی اسٹیج کی ایک طرف سے دوسری طرف چلتا ہے

آدمی: ہاں۔ یہاں سے ہی میں نے اس کو اُٹھایا تھا۔

بچے کے رونے کی آواز

آدمی:: مگر میں اس کو یہاں اکیلے کیسے رہنے دوں۔ ہو سکتا ہے کوئی کتا یا بلی اس کو مار ڈالے...... مگر یہ میری بچی بھی تو نہیں۔ یا اللہ آج تم نے رمضانہ کو کس مصیبت میں ڈالا۔ میں کیا کروں۔ میں اب ایک کام کرتا ہوں۔ میں سڑک کے اس پار اس ریڈی کے ساتھ ٹیک لگا کر انتظار کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے اس کی ماں کہیں آگے پیچھے ہو۔

(کچھ دیر بعد)

رمضانہ: شام ہونے کو آ گئی مگر بچی کے رونے کی آوازیں بند کیوں ہوئیں۔ اس کو ٹھنڈ تو نہیں لگ رہی ہے۔ میں ذرا دیکھتا ہوں۔

(یہ آدمی اسٹیج کے ایک طرف سے دوسری طرف چلتا ہے)

رمضانہ: ارے یہ تو بے ہوش ہے۔ اب اس کو میں یہاں مرنے کے لئے نہیں چھوڑ سکتا۔ چاہے ساجا مجھے کچھ بھی کہے۔ میں اس بچی کو گھر لے جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے کوئی اس کو ڈھونڈ رہا ہو۔ اب میں اس کو

ریڈی میں رکھتا ہوں ۔اب ہمیں چلنا چاہئے ۔رات کو بہت ٹھنڈ پڑتی ہے۔ یہ بے چاری تو مر ہی جائے گی۔

(دستک کی آواز)

ایک عام سے کمرے کا سیٹ، معمولی سی چیزیں اور ایک عورت

(دروازہ کھولنے کی آواز)

عورت: آج بڑی دیر لگا دی۔ کیا اَن لوڈ کا کام تھا یا لوڈ کا۔ آج کوئی سبزی وغیرہ لائے ہو کہ خالی ہاتھ ہی آئے ہو۔

رمضانہ: ساجا ذرا روشنی کر دو

ساجا: ٹھیک ہے۔ روشنی جلا دیتی ہوں۔

رمضانہ ایک کونہ بھی صاف کرو۔ اس میں کمبل ڈال دو۔ کمبل پر کوئی نرم کپڑا بچھانا۔

ساجا: کیوں تمہیں کمبل پر بیٹھنا ہے۔

(بجلی جل اٹھتی ہے)

ساجا: یہ کیا ہے؟

رمضانہ: یہ بچی ہے۔

ساجا: کس کی ہے؟

رمضانہ: معلوم نہیں۔

ساجا: تمہیں کہاں ملی اور اس سے یہاں کیوں لائے ہو؟

رمضانہ: یہ بچی ایک پالیتھین میں لپٹی بڑے چنار کے اندر مجھے ملی۔ یہ بہت رو رہی تھی۔ میں نے جب اس کی آوازیں سنیں میں اس کے پاس گیا۔ اس کو پالیتھین سے نکالا۔ پاس ہی ایک نلکے پر اس کو صاف کیا۔

ساجا: وہ تو ٹھیک کیا آپ نے۔ مگر اس کو یہاں کیوں لائے؟ معلوم نہیں کس کی اولاد ہے۔

رمضانہ: ارے اس پر رحم کرو۔ یہ بھی ایک لڑکی ہی ہے۔

ساجا: لڑکی ہے تو میں کیا کرو۔ معلوم نہیں کس کی اولاد ہے۔ جب کسی نے اس کو نہیں اٹھایا تھا۔ تو کیا اس کا ماما لگتا تھا؟

رمضانہ: ٹھیک ہے آج رات اس کو رہنے دو کل اس کو میں وہیں پر چھوڑ آؤں گا۔ اب کچھ کھانے کیلئے دے دو۔ بڑی بھوک لگی ہے۔

ساجا: ٹھیک ہے کل اس کو واپس لے جانا۔ میری اپنی اولاد نہیں ہے تو کیا ہوا اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ میں کسی کی بھی جائز ناجائز اولاد سے اپنی گود بھر دوں۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔ سن لیا۔ اب اس بچی کو تھوڑا سا دودھ دے دو۔

ساجا: دودھ دے دوں۔ ایسے کہہ رہا ہے جیسے میری چار گائیں باہر

بندھی ہیں۔

رمضانہ: تم کتنی ظالم ہو۔کوئی انتظام تو کرو۔

ساجا: ٹھیک ہے میں تمہارے لئے چائے تیار کرتی ہوں۔تم نکڑ والی دوکان سے دودھ لے آؤ۔

سین ختم

(صبح کا وقت پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں)

(کمرے کا سیٹ اسٹیج پر معمولی روشنی

کمرے میں رمضانہ اور ساجا لیٹے ہوئے)

ساجا: رمضانہ اٹھو۔صبح ہوگئی۔منہ ہاتھ دھواور اس بچی کو بھی یہاں سے لے جاؤ۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔ابھی اٹھتا ہوں۔

بچے کی رونے کی آواز۔

ساجا: ارے آفت کی پڑیا......چپ ہو جاؤ۔ابھی تمہیں دودھ دے کر یہاں سے روانہ کرتی ہوں۔

رمضانہ: مگر ایک مشکل ہے۔اگر مجھے کسی نے اس لڑکی کو وہاں رکھتے ہوئے دیکھا تو پریشانی ہو گی۔

ساجا: مجھے معلوم ہے۔ مگر ہمارے پاس اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔ بچی مجھے دے دو۔

ساجا: یہ لو۔ دھیان رکھنا کوئی دیکھ نہ لے۔

(رمضانہ جونہی بچی کو ہاتھ میں لیتا ہے وہ رونا شروع کرتی ہے)

رمضانہ: ایسے کیسے اس کو میں لے سکتا ہوں۔

ساجا: ٹھیک ہے۔ اس کو ابھی رہنے دو۔ شام کو اس سے لے جانا۔
ابھی تم کام پر جاؤ۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔ میں نکلتا ہوں۔

سین ختم

سڑک پر ریڈی چلنے کی آواز۔

(رمضانہ ایک ریڈی کو اسٹیج پر دھکا دے رہا ہے۔)

رمضانہ: آج ساجا خوشی سے جھوم اٹھے گی۔ آج اچھی خاصی کمائی ہوئی ہے۔ میں نے چاول دس کلو اور پکانے کیلئے مرغا بھی لایا ہے۔

(تھوڑی دیر بعد)

ساجا: آج آپ جلدی آ گئے۔

رمضانہ: ہاں آج پہلی بار میں نے 250 روپے کمائے۔ راشن کی دوکان

سے چاول لے آیا۔ ساتھ ہی ایک مرغا بھی لایا۔ ساجا! پچھلا مرغا کب لایا تھا؟

ساجا: شاید پچھلے سال......

رمضانہ: یہ سامان جلدی سے لے لو۔ میں ہاتھ منہ دھو کر آتا ہوں...... پھر اس بچی کو چھوڑ کر بھی آنا ہے۔

ساجا: میں تمہیں کچھ کہوں۔

رمضانہ: کہو۔ ابھی وقت ہے۔ پھر شام ہو جائے گی۔

ساجا: ہم اس بچی کو رکھ لیں گے۔ آج دن یہ ہمارے گھر رہی تو گھر میں پیسے بھی آئے۔

رمضانہ: ٹھیک ہے مگر کسی کو پتہ نہیں لگنا چاہئے کہ یہ ہماری اپنی بیٹی نہیں ہے۔

سین ختم

ساجا: اس بچی کو تو ہم نے رکھ لیا۔ مگر ہم اس کو کس نام سے پکاریں گے۔

رمضانہ: میں اس کو کل ہی پیر صاحب کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ اچھا سا نام رکھ دیں گے۔

ساجا: ٹھیک ہے وہیں سے اس کے لئے کچھ کپڑے بھی لے آنا۔

سین ختم

(دنگ پر رمضانہ دستک دیتا ہے)

اسٹیج پر بچھا ہوا ایک صاف سے بچھونا اُس پر ایک پیر صاحب بیٹھے ہوئے۔

آدمی: کون ہے؟

رمضانہ: پیر صاحب میں ہوں رمضانہ۔

پیر صاحب: ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔آپ وہیں رکو میں ابھی باہر آتا ہوں۔

رمضانہ: ٹھیک ہے پیر صاحب۔میں برآمدے میں رُکتا ہوں۔

(دروازہ کھلنے کی آواز)

پیر صاحب: کیا بات ہے رمضانہ۔

رمضانہ: جناب اس لڑکی کا نام رکھنا ہے۔

پیر صاحب: یہ کس کی بیٹی ہے؟

رمضانہ: میری اور کس کی۔

پیر صاحب: کیا ساجا حاملہ ہوئی تھی؟

رمضانہ: ہنستے ہوئے......چھوڑیں ان باتوں کو۔اس کا اچھا سا نام رکھ دیں۔

پیر صاحب: یہ بچی دِکھنے میں اچھی لگ رہی ہے۔

رمضانہ: جناب وہ تو ہے۔مگر نام کیا رکھیں گے۔

پیر صاحب: اس کا نام نور رکھ لو۔

رمضانہ: (خوش ہوتے ہوئے)......جناب بہت پیارا نام۔واقعی جب سے آئی ہے تب سے گھر میں نور آیا ہے۔

پیر صاحب: اس لڑکی کو بڑھا کر کے اسکول داخل کرنا۔

رمضانہ: ٹھیک ہے پیر صاحب۔ مجھے اجازت دیں۔

پیر صاحب: ٹھیک ہے۔اب جاؤ۔ میری ضرورت کبھی بھی پڑے تو ضرور آنا۔

رمضانہ: جی۔ٹھیک ہے۔اللہ حافظ۔

سین ختم

رمضانہ کے گھر کا سیٹ

دروازے پر دستک کی آواز

ساجا: آجاؤ دروازہ کھلا ہے۔

رمضانہ: کونے میں ذرا بستر بچھا دو۔ ہماری نور آئی ہے۔

ساجا: (خوشی سے)......رکو میں دروازے سے ہی اپنی نور کو لے آؤں گی۔

رمضانہ: آجاؤ۔ میں یہیں رُکتا ہوں۔

ساجا: میں یہاں پر اپنی پری کو رکھتی ہوں۔تم ذرا کچن میں جاؤ۔ میں نے دودھ گرم ہونے کے لئے رکھا ہے۔

رمضانہ: میں ابھی دودھ لاتا ہوں۔مگر اب تم دن بھر نور کے ساتھ نہیں بیٹھنا۔ مجھے کام پر بھی جانا ہے۔

ساجا: ٹھیک ہے۔میرے کام گار۔ میں ابھی اٹھتی ہوں۔ذرا نور کی آنکھ لگ جانے دو۔

سین ختم

(بارش کی آوازیں)

(چھت پر گرتے بارش کے قطروں)

ساجا: معلوم نہیں آج مجھے کیا ہو رہا ہے۔ مجھے چکر سے آ رہے ہیں۔

(ریڈی کے چلنے کی آوازیں)

ساجا: شاید نور کے ابا آ گئے۔

(دروازے پر دستک۔)

ساجا: آ جاؤ۔ میں نے دروازہ کُھلا رکھا ہے

رمضانہ: آج بھی ٹھیک ٹھاک کمائی ہوئی۔

ساجا: آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے دوائی کی دوکان پر لے جاؤ۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔

رمضانہ: ٹھیک ہے اٹھو۔ نور کو میں اٹھا کر لے آتا ہوں۔

سین ختم

(اسٹیج پر ایک کرسی میز اور ایک سٹول، میز پر بلڈ پریشر کی میشن وغیرہ)

رمضانہ: ڈاکٹر صاحب۔ ان کا سر چکرا رہا ہے۔ ان کو کوئی دوائی دیں۔

ڈاکٹر: آپ یہاں پر بیٹھئے اور اپنا بازو آگے بڑھائے۔

(تھوڑی ہی دیر میں۔)

ڈاکٹر صاحب: آپ کو مبارک ہو۔رمضانہ۔ساجا کو کسی زنانہ ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔

رمضانہ: (خوشی میں)......ٹھیک ہے جناب۔میں آج ہی لے جاؤں گا۔

ساجا: اچھاڈاکٹر صاحب۔ہم چلتے ہیں۔خداحافظ۔

سین ختم

(چھوٹے بچے کی رونے کی آوازیں)

(اسٹیج پر لگا ہو بستر اور اس پر ساجا لیٹی ہوئی دو عورتیں اسٹیج پر بستر ے کے ساتھ میں ہی بیٹھی ہیں)

عورت کی آواز: مبارک ہو۔لڑکا ہوا ہے۔

دوسری عورت: ساجا مبارک ہو۔تمہاری دعائیں قبول ہوگئیں۔

پہلی عورت: مگر یہ رمضانہ کہاں گیا۔11 سال بعد اس کی دعا قبول ہوئی ہے۔

دوسری عورت: وہ تو آپ صحیح بول رہی ہو۔

گھر کے کمرے کا سیٹ

(گھر میں چہل پہل کی آوازیں)

عورت کی آواز: رمضانہ تم جلدی سے ساجا کو اندر لاؤ۔میں نے بستر سجا دیا ہے۔

رمضانہ: ٹھیک ہے نئے مہمان کیلئے بھی بستر بچھانا ہے۔

عورت کی آواز: آجاؤ۔ وہ تو میں نے پہلے ہی بچھایا ہے۔

(سیڑھیوں پر کچھ لوگوں کی چلنے کی آوازیں)

(رمضانہ اور ساجا سیٹ پر چلتے ہوئے۔)

رمضانہ: آہستہ آگے بڑھو ساجا۔

ساجا: تم ریاض کو سنبھالو۔ میں اکیلے ہی چلتی ہوں۔

جونہی رمضانہ اور ساجا کمرے میں داخل ہوتے ہیں تو ......

مبارک۔ مبارک کی آوازیں بلند ہو جاتی ہیں۔

ایک عورت: کتنے سال بعد تم دونوں کی دعائیں قبول ہوئی ہیں۔

ساجا: کچھ مت پوچھو بہن۔ کہاں کہاں پر میں نہیں گئی۔

رمضانہ: کئی درگاہوں پر ہم گئے۔ کوئی پیر ہم نے نہیں چھوڑا۔

دوسری عورت: سچ مانو جب سے نور آپ کے گھر میں آئی ہے تب سے آپ کا گھر دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔

ساجا: نور کہاں ہے۔

ایک عورت: ہمارے بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

رمضانہ: سچ یہی ہے کہ نور کے آنے سے ہماری قسمت چمک اٹھی۔

ساجا: تم جاؤ اس کو لے آؤ۔ اس کو اپنا بھائی دیکھنا ہے۔

رمضانہ: میں اپنی پری کو لاتا ہوں۔

(رمضانہ سیڑھیوں سے اترتا ہے۔ سیڑھیوں سے اترنے کی آوازیں)

(تھوڑی دیر بعد)

ساجا: یہاں آؤ نور۔ یہ تمہارا بھائی ہے۔

نور: ارے ماں یہ دودھ جیسا ہے۔

(ساجا نور کو چومتی ہے)

ساجا: یہ دودھ ہے تو تم ہو شکر۔

ایک عورت: بالکل ٹھیک ہے۔ خدا دونوں کو سلامت رکھے۔

رمضانہ: نور! تم آج اسکول گئی تھی۔

نور: جی نہیں بابا۔ گھر میں اور کوئی نہیں تھا۔ مجھے اسکول کیلئے کون تیار کرتا۔

ساجا: تم کل سے اسکول ضرور جاؤ گی۔ اپنی گڑیا رانی کو میں تیار کروں گی۔

سین ختم

(بازار کا سیٹ)

(رمضانہ اسٹیج پر تیز تیز قدموں سے جا رہا ہے)

رمضانہ: اولالہ......اولالہ......ذرا رکو

لالہ: دوڑ کر مت آؤ۔ آہستہ آؤ۔

(رمضانہ زور زور قدموں سے آ کر رُکتا ہے۔)

(چلنے کی آوازیں بند ہوتی ہیں۔)

رمضانہ: لالہ! میں آپ کو کل سے ڈھونڈ رہا ہوں۔

لالہ: کیا بات ہے؟ مجھے کیوں ڈھونڈ رہے تھے تم۔

رمضانہ: لالہ! خدا کے فضل و کرم سے کچھ پیسے جمع کئے ہیں۔

لالہ: ٹھیک ہے۔ آگے کہو۔

رمضانہ: لالہ! میں سوچتا ہوں ایک اور ریڈی خرید لوں اور اس پر کسی کو رکھتا ہوں۔

لالہ: اچھی بات ہے مگر اس ترقی کا راز کیا ہے۔

رمضانہ: راز کیا ہے لالہ۔ جب سے گھر میں نور آئی ہے تقدیر میری بدل گئی ہے۔

لالہ: اب بتاؤ تیرے پاس پورے پیسے ہیں۔

رمضانہ: کتنے پیسے ہونے چاہیں۔

لالہ: پورے پانچ سو روپے

رمضانہ: مگر میرے پاس چار سو پچھتر روپے ہی ہیں۔

لالہ: ٹھیک ہے باقی کے پیسے میں دوں گا۔

رمضانہ: کب چلیں گے پھر۔

لالہ: کل چلتے ہیں۔

(اسٹیج پر رمضانہ ریڈی چلاتا ہوا)

(سڑک پر ریڈی کے چلنے کی آوازیں)

ایک شخص: اوہو رمضانہ۔ مبارک ہو۔ مبارک ہو۔

رمضانہ: خیر مبارک۔ خیر مبارک

(دوڑتے دوڑتے آرہے ایک بچے کی آواز۔)

رمضانہ: میری پری آرہی ہے۔ آجا بیٹھو۔ میری نئ ریڈی میں۔

نور: ابھی بیٹھتی ہوں ابو

رمضانہ: مگر جاؤ پہلے ماں کو بولو۔ وہ اس کی نظر اتارے گی۔

نور: میں نہیں جاؤں گی۔

رمضانہ: کیوں نہیں جاؤ گی؟

نور: ماں نے سویرے ریاض کو گودی میں اٹھایا ہے۔ ابھی تک وہ اس کی گودی میں ہے۔

رمضانہ: اچھا

نور: ہاں ابا۔ میں تمہیں کیا بتاؤں۔ ماں آج ریاض بھیا کے ساتھ اتنا مست ہوئی کہ اس نے مجھے کھانا بھی نہیں دیا۔

رمضانہ: یہ تم کیا بتا رہی ہو۔

نور: میں سچ بول رہی ہوں۔ میں آپ کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ کہ تم آجاتے اور میں کھانا کھاتی۔

رمضانہ: تم ابھی تک بھوکی ہو

ریڈی کے رُکنے کی آواز۔

(گھر کے اندر کے کمرے کا سیٹ)

رمضانہ: ساجا......اوساجا۔

(دروازہ کھولتے ہوئے)

ساجا: کیوں چلاتے ہو۔ ذرا آہستہ

رمضانہ: آہستہ کیوں بولوں

ساجا: کیا ہوا۔ تم چلا کیوں رہے ہو۔

رمضانہ: تم نے اس ننھی سی جان کو دن بھر بھوکا رکھا۔

ساجا: ہاں صحیح میں۔ تبھی تو میں سوچ رہی تھی کہ ابھی اتنا کھانا کیسے بچا ہے۔

رمضانہ: تمہیں تو باقی بچے کھانے کی پڑی ہے۔ اس بچی کو تم نے دن میں ڈھونڈا ہی نہیں۔ اس نے کچھ کھایا یا نہیں۔

نور: ابا۔ میں ایک بار آئی تھی۔ میری امی سے کھانا مانگا بھی تھا۔

رمضانہ: پھر......

نور: امی نے مجھے کہا' ابھی جاؤ میں ریاض بھیا کو سُلا رہی ہوں۔

رمضانہ: پھر......

نور: میں کھیلنے گئی اور پھر......

رمضانہ: پھر کیا۔

ساجا: میرے سے غلطی ہوگئی۔

رمضانہ: تم نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے۔

ساجا: تم ... زیادہ طول مت دو

نور: ابا۔ اس میں امی کی غلطی نہیں ہے۔

رمضانہ: کیوں۔ اس کی غلطی نہیں۔

نور: کیونکہ اس کو بھیا زیادہ اچھا لگتا ہے۔ اور وہ اس کا زیادہ خیال رکھتی ہے۔

رمضانہ: اگر وہ ریاض بھیا سے زیادہ پیار کرتی ہے تو میں کس سے کرتا ہوں؟

نور: مجھ سے اپنی رانی بیٹی سے۔

ساجا: میں کھانا پروستی ہوں۔ تم اپنی لاڈلی کو بھی کھلانا۔

رمضانہ: ارے خدا کا شکر کرو۔ ساجا جس نے ایسی بیٹی دی ہے۔ جب سے گھر میں آئی ہے۔ گھر کتنا ترقی کر رہا ہے۔

(گھر کے کچن کا سیٹ)

رمضانہ: (اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے)......آج نئی ریڈی لائی ہے۔ کل نیا مکان بنائیں گے۔

ساجا: زیادہ خواب مت دیکھو۔ کھانا کھاؤ

رمضانہ: یہ خواب نہیں ہے۔ اب یہ جلدی ہی حقیقت بن جائیگا۔

ساجا: زیادہ مت سوچو۔ کھانا ختم کرو

سین ختم

رمضانہ: گھر کا خواب میرا حقیقت بنے گا۔ اور جلد بنے گا۔

نور: ابا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے، مجھے جلدی کھلاؤ۔

(صبح کا وقت)

پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں۔

ساجا: سنو۔ آج تم جلدی اٹھو

رمضانہ: کیوں خیر ہے

ساجا: بھول گئے۔ میں کل کیا کہہ رہی تھی۔

رمضانہ: (جاگ لیتے ہوئے)......تم کیا کہہ رہی ہو۔

ساجا: آجاؤ ہاتھ منہ دھولو۔ اس کے بعد نماز پڑھ لینا۔

رمضانہ: مگر کیوں۔

ساجا: تم بھول گئے آج ریاض احمد کو Nursery School میں داخل کرانا ہے۔

رمضانہ: وہ کیا ہوتا ہے۔Nursery School۔

ساجا: وہاں پر تین سال کے بچے کو اسکول کے لئے تیار کرتے ہیں۔
میں نے پرسوں دو عورتوں کو بس میں سنا تھا کہ اچھے اسکول میں
داخلہ حاصل کرنے کیلئے Nursery School میں بچوں کو تیار
کرتے ہیں۔

رمضانہ: تم ریاض کو انگریزی اسکول میں پڑھاؤ گی۔

ساجا: ہاں۔ہاں۔

رمضانہ: مگر پیسے کہاں سے آئیں گے؟

ساجا: پیسے میں نے جمع کر کے رکھے ہیں۔

رمضانہ: مگر یہ ٹھیک بات نہیں ہے۔ہم نے نور کو عام سکول میں بھیج رکھا
ہے اور اب ریاض کو انگریزی اسکول میں بھیجنے کی تیاری کر رہے
ہیں۔

ساجا: وہ تو لڑکی ہے۔تھوڑا سا تو پڑھنا ہے۔اس کے بعد شادی کر کے
دوسرے کے گھر ہی تو جانا ہے۔اب زیاہ بحث مت کرو۔نماز
پڑھو اور میں نے جیسے کہا ویسے کرو۔

رمضانہ: (خود سے)......سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ لڑکیوں کی دشمن عورتیں
کیوں ہوتی ہیں۔

ساجا: تم کچھ کہہ رہے ہو۔

رمضانہ: نہیں۔ جا رہا ہوں۔ مگر شام کو میں دیر سے لوٹوں گا۔

ساجا: مگر کیوں۔

رمضانہ: میں اتھواجن تک جاؤں گا......

ساجا: کس لئے۔

رمضانہ: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں نیا مکان بناؤں گا۔ یہاں پر روز پولیس والے اس مکان کو اتارنے کیلئے آتے ہیں۔ میں اب تنگ آ گیا ہوں ان کے ڈنڈے کھا کھا کر۔

ساجا: وہ تو صحیح ہے کیونکہ یہ زمین اصل میں دریا کی ہے۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔ تم چائے بناؤ۔ میں نماز پڑھ کر آتا ہوں۔

ساجا: شاید تمہاری نمازیں رنگ لا رہی ہیں۔ ہمارا اپنا مکان ہوگا۔ ہماری دنیا بدل رہی ہے۔

(اسٹیج بالکل کھلا)

(رمضانہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ اسٹیج پر چلتے ہوئے)

ایک آدمی: رمضانہ! آج کام پر نہیں گئے۔

رمضانہ: نہیں حبہ کاکا۔ میں آج کام پر نہیں گیا۔ آج کوئی اور ضروری کام ہے۔

حبہ کاک: کیا ضروری کام آن پڑا۔

رمضانہ: سنا ہے کہ آپ کے محلے میں ایک مکان فروخت ہونے کیلئے ہے۔

حبہ کاک: ہاں ہاں ایک مکان ہے پچھلے محلے میں۔ مگر قیمت زیادہ بتا رہا ہے۔

رمضانہ: (سوالیہ انداز میں)......کتنا بتا رہا ہے۔

حبہ کاک: پچاس ہزار بتا رہا ہے۔

رمضانہ: وہ تو بہت ہے۔ میرے پاس تو اتنے نہیں ہیں ......(پریشان ہوتے ہوئے)...... پیسے تو کم پڑ جائیں گے۔

حبہ کاک: تم پریشان سے لگ رہے ہو۔

رمضانہ: نہیں نہیں......(پریشانی چھپاتے ہوئے)

(دونوں آدمی رُک جاتے ہیں)

حبہ کاک: یہ لو جی ہمارا محلّہ آ گیا۔

رمضانہ: (الجھن بھری آواز میں)......مگر حبہ کاکا یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ تو بتاتے ہیں کہ مکان کی قیمت پچاس ہزار ہے۔

حبہ کاک: میں نے بھی سُنا ہے۔ اب آپ آئے ہی ہو تو بات کرنے میں کیا حرج ہے۔

رمضانہ: آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔بات کرنے میں کیا ہے۔

حبہ کاک: اچھا میں یکہ موڑتا ہوں۔آپ چلو۔

رمضانہ: مگر راستہ کہاں سے ہے۔

حبہ کاک: سیدھے چل کر بائیں مڑ جانا۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔خدا حافظ۔

حبہ کاک: خدا آپ کو کامیابی دے۔

رمضانہ: آمین۔

(آدمی دنگ میں گھس جاتا ہے اور رمضانہ اور آگے بڑھ جاتا ہے)

رمضانہ: (خود سے باتیں کرتے ہوئے)...... پچاس ہزار بہت پیسہ ہوتا ہے۔میرے پاس مشکل سے پینتیس ہزار روپیہ ہوگا۔یہ کام نہیں بن سکتا ہے۔باقی 15 ہزار کہاں سے آئیں گے۔میرے پاس تو نہیں ہیں۔ساجا کے پاس بھی کیا ہوگا۔اس نے ریاض کے اسکول میں جمع کئے ہوں گے۔ویسے بھی اس کی دنیا ریاض تک ہی سمٹ کر رہ گئی ہے......اب یہاں سے بائیں مڑتا ہوں۔ ارے بھائی سنو۔یہاں پر ایک مکان فروخت کے لئے ہے۔

(رمضانہ کے علاوہ ایک اور آدمی اسٹیج پر)

(رمضانہ تھوڑا چلتا ہے۔ایک عورت اسٹیج پر آجاتی ہے۔)

مرد کی آواز: جی ہاں۔ وہ سامنے دکھائی دے رہا ہے۔

رمضانہ: شکریہ۔ شکریہ

رمضانہ: (رک رک کر)......جی کیا یہ مکان بیچا جا رہا ہے۔

ایک عورت: جی ہاں۔

رمضانہ: اس کے مالک کہاں ہیں۔

ایک عورت: وہ جو کھڑکی پر حقہ پی رہے ہیں وہی مالک ہے۔

رمضانہ: جی شکریہ

(ایک عام کمرے کا سیٹ: جس میں مرد بیٹھا ہے)

رمضانہ: اسلام علیکم

آدمی: وعلیکم سلام

رمضانہ: جی میں نے سنا ہے کہ یہ مکان آپ بیچنا چاہتے ہیں۔

آدمی: جی ہاں۔ مگر کیا آپ نے اس کی قیمت کے بارے میں سنا ہے۔

رمضانہ: نہیں جناب۔ آپ بتا دیں۔

آدمی: آپ اندر آئیے۔ کھڑکی پر یہ بات نہیں ہو سکتی ہے۔

رمضانہ: جی میں آجاتا ہوں۔

(دروازہ کھلتا ہے اور رمضانہ اندر آجاتا ہے)

رمضانہ: جی میں آگیا۔

آدمی: یہاں نزدیک آکر بیٹھ جائیے۔

رمضانہ: جی اچھا۔

آدمی: ہمیں یہ مکان بیچنا نہیں تھا۔ مگر کیا کریں پیسوں کی ضرورت آن پڑی۔

رمضانہ: جی۔جی۔ کیا قیمت ہے۔

آدمی: پچاس ہزار سے کم ایک روپیہ بھی نہیں......(سخت لہجہ میں)

رمضانہ: جی ۔یہ تو بہت زیادہ ہے ۔میرے پاس اتنے نہیں ہوں گے۔ میں تو ایک معمولی مزدور ہوں۔ مجھ پر تھوڑا رحم کریں۔

آدمی: مزدور ہو تو اس میں، میں کیا کر سکتا ہوں ۔میں نے خون پسینہ ایک کر کے یہ مکان بنایا ہے۔50 ہزار تو اس کے کم ہیں۔

رمضانہ: وہ تو صحیح ہے۔ جناب ۔مجھے معلوم ہے کہ ایک ایک روپیہ جمع کر کے میں نے یہ رقم اکٹھا کی ہے۔ ویسے ہی آپ نے بھی کئے ہوں گے۔

آدمی: آپ کے پاس کتنے پیسے ہیں۔

رمضانہ: جی میرے پاس30 ہزار ہیں ۔میرے پاس اور 20 ہزار نہیں ہیں۔ میں یہ مکان نہیں خرید سکتا۔

(تھوڑی دیر کیلئے خاموشی چھا جاتی ہے۔)

آدمی: آپ کیا کام کرتے ہو۔گھر میں کون ہے؟

رمضانہ: جی میں مزدوری کرتا ہوں ......گھر میں ہم چار افراد ہیں۔میں، میری بیوی اور دو بچے ہیں۔یہ روپے میں نے ایک ایک کر کے جمع کیے ہیں مگر اب کم پڑ رہے ہیں۔

آدمی: آپ کیا 20 ہزار ادھار نہیں لے سکتے کسی سے؟

رمضانہ: جی میرا اعتبار کون کرے گا۔میری اوقات کیا ہے۔

آدمی: (خود سے بات کرتے ہوئے)......مجھے بھی پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔میں قیمت میں کچھ نرمی کردوں گا۔

آدمی: دیکھو بھائی۔اگر 45 ہزار جمع کر پاؤ گے تو آ جانا۔

رمضانہ: اور کم کیجئے 45 ہزار نہیں بن پائے گا۔مجھ سے یہ رقم اکٹھا نہیں ہو پائے گی۔

آدمی: دیکھو بھائی۔مختصر 40 ہزار روپیہ اگر جمع کر پائے تو آ جانا۔

رمضانہ: جناب کچھ اور کم کرئے۔

آدمی: اس سے کم نہیں کر سکتا۔

(رمضانہ کمرے سے باہر آ جاتا ہے)

رمضانہ: (مایوس لہجہ میں)......جی ٹھیک ہے۔

آہستہ آہستہ قدموں کی آواز۔

رمضانہ: (خود سے بات کرتے ہوئے)...... 40 ہزار کیسے پورے کروں۔

(سڑک پر ٹانگے کے دوڑنے کی آواز)

(چلتے چلتے رمضانہ رک جاتا ہے اور دنگ پر دستک کرتا ہے

(گھر کا سیٹ لگا ہوا)

آدمی کے چلنے کی آواز اور اس کے ساتھ دستک۔

ساجا: کون ہے؟

رمضانہ: میں ہوں۔

(دروازہ کھلتا ہے)

ساجا: تھکے ہوئے اور پریشان سے کیوں لگ رہے ہو۔

رمضانہ: کام نہیں بنا۔

ساجا: کیوں۔وہ مکان نہیں بیچنا چاہتے۔

رمضانہ: وہ مکان تو بیچنا چاہتے ہیں۔مگر ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں۔وہ بہت قیمت بتاتے ہیں۔

ساجا: کتنا بتاتے ہیں۔

رمضانہ: 40 ہزار وہ بھی ایک ساتھ۔

ساجا: ہائے خدا۔اتنے پیسے ہم کہاں سے لا سکتے ہیں۔

رمضانہ: وہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔

(خاموشی سی چھا جاتی ہے۔

نورا سٹیج پر دوڑ کر آتی ہے۔)

نور: ابو۔ابو۔کل آپ کو سکول بلایا ہے۔

رمضانہ: کس نے؟

نور: ماسٹر جی نے۔

رمضانہ: کیوں۔ہاں تمہاری فیس نہیں دی ہے۔

نور: نہیں۔اس لئے نہیں

ساجا: (سخت لہجے میں)......پچھلے مہینے ہی اس کی فیس بھری تھی۔

رمضانہ: تھوڑی سی تو اس کی فیس ہے۔تم ہمیشہ اس کی فیس پر کیوں پریشان ہوتی ہو۔

نور: ابا ضرور آؤ گے نا۔

رمضانہ: ہاں ضرور آؤں گا۔

ساجا: کل چلے جانا۔ابھی چائے پی لو۔

رمضانہ: ٹھیک ہے......میں سوچ رہا تھا کیوں نہ ہم نیا مکان ہی بنائیں۔ تھوڑے تھوڑے پیسے خرچ کرنے پڑیں گے۔ایک ساتھ 40 ہزار روپیہ ہمارے لئے مشکل ہے۔

ساجا: یہ آپ نے خوب سوچی۔ بغل والی زمین تو خالی ہے۔ اس میں کچھ اُگتا نہیں۔ کم ہے مگر ہماری اپنی ہے۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔ میں کل ہی رحیم ترکھان کے ساتھ مشورہ کرتا ہوں۔

سین ختم

(اسٹیج پر کرسی اور میز، کرسی پر بیٹھا ہوا ایک آدمی)

(اسکولی بچوں کا 2 کا پہاڑا زور زور سے پڑھنے کا شور)

دو اکا دو۔ دو دونی چار۔ دو تیا چھ۔ دو چکے آٹھ۔ دو پنجے دس۔

رمضانہ: ماسٹر جی اندر آ سکتا ہوں۔

ماسٹر جی: جی ضرور آئیے۔

رمضانہ: میں نور کا ابا ہوں۔ آپ نے بلایا تھا۔

ماسٹر جی: جی میں نے بلایا ہے۔

رمضانہ: میں نے اس مہینے کی فیس بھر دی ہے۔

ماسٹر جی: جی میں نے اس لئے نہیں بلایا ہے۔

رمضانہ: پھر کس لئے بلایا ہے۔

ماسٹر جی: آپ کی بٹیا کو وظیفہ ملا ہے۔

رمضانہ: یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ مجھے کیا کرنا ہے۔

ماسٹر جی: آپ بس یہاں دستخط کر دیں۔

رمضانہ: جی ٹھیک ہے۔ یہاں پر کر دوں۔

ماسٹر جی: جی بہت اچھا۔ یہ لیجئے پانچ ہزار روپیہ۔

رمضانہ: جناب آپ کو غلطی تو نہیں ہوئی۔ یہ شاید اور لڑکیوں کا وظیفہ ہوگا۔

ماسٹر جی: جی نہیں آپکی بٹیا سارے علاقے میں اول آئی ہے۔

رمضانہ: جی بہت اچھا۔ یہ تو میرے لئے فرشتہ بن کر آئی ہے۔

ماسٹر جی بالکل۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ بچے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

رمضانہ: اچھا جناب۔ خدا حافظ

گھر کا سیٹ:

(دروازے پر دستک)

ساجا: آتی ہوں۔ آتی ہوں۔

رمضانہ: جلدی کرو۔ جلدی کرو

ساجا: ٹھیک ہے۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)۔

رمضانہ: یہ لو

ساجا: یہ کیا ہے؟

رمضانہ: یہ لو پانچ ہزار روپیہ۔ یہ رکھ لو۔

ساجا: یہ کیسے روپے ہیں۔

رمضانہ: ہماری نور سارے علاقہ میں اول آئی ہے۔ یہ اس کا وظیفہ ہے۔

ساجا: یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ اب ہم مکان کا کام آسانی سے شروع کر سکتے ہیں۔

رمضانہ: مگر میں یہ روپیہ ڈاکخانے میں رکھنا چاہتا ہوں۔

ساجا: کیوں۔ مکان پر کیوں نہیں خرچ کرنا چاہتے ہو۔

رمضانہ: یہ اس کو آگے تعلیم حاصل کرنے کے کام آئیں گے۔

ساجا: اس کو کتنا پڑھانا ہے؟ آٹھ جماعت تو پاس کرے تو اس کی۔۔۔

رمضانہ: آپ کیا کہنا چاہتی ہو...... (رمضانہ کھانسنے لگتا ہے)......

ساجا: رکو میں پانی لاتی ہوں۔

(رمضانہ کی کھانسی اور بڑھتی ہے)

ساجا: یہ پانی لو۔ ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔

رمضانہ: میں ٹھیک ہوں۔ ڈاکٹر کے پاس کل جائیں گے۔ آج ریاض کو سکول میں داخل کریں گے۔

ساجا: ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوتی ہوں۔

سین ختم

اسٹیج پر اسکول کے پرنسپل کا دفتر سجا ہوا۔

(کال بیل بجتی ہے)

اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا ہے۔ چپراسی اندر آجاتا ہے۔

ایک آواز: جی پرنسپل صاحب حکم

پرنسپل: باہر یہ مرد اور عورت کیا کر رہے ہیں۔

آواز: جی داخلے کے لئے آئے ہیں۔

پرنسپل: تھوڑی دیر کے بعد ان کو آنے دیں۔

آواز: جی اچھا۔

(رمضانہ اور ساجا ونگ سے داخل ہوتے ہیں)

رمضانہ: جناب والا اجازت ہے اندر آنے کی۔

پرنسپل: جی آیئے۔فرمایئے۔میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ویسے پہلے آپ بیٹھ جائیں تو اچھا رہے گا۔

رمضانہ: جی۔میں اور میری بیوی۔ہم اپنے لڑکے کا داخلہ آپ کے سکول میں کروانا چاہتے ہیں۔اس لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔

پرنسپل: آپ کیا کام کرتے ہیں۔

رمضانہ: جی میں مزدوری کرتا ہوں۔

پرنسپل: مزدوری......کتنا ایک کما لیتے ہو۔

رمضانہ: جی گزارا چلتا ہے۔

پرنسپل: میرا مطلب ہے کہ کیا اس بچے کا فیس اور دیگر اخرجات برداشت کر سکتے ہو کہ نہیں۔

ساجا: (جلد اور تیز لہجے میں)......جی ہم کر سکتے ہیں۔آپ صرف ریاض کا داخلہ کر لیجئے۔

پرنسپل: دیکھئے آپ دونوں میاں بیوی پھر ایک بار سوچئے۔نجی اسکول کے اخرجات کافی ہوتے ہیں۔کیا ان کو آپ برداشت کر سکتے ہیں۔ اگر آپ وقت پر فیس ادا نہیں کر پاؤ گے تو آپ کے بچے کو سکول سے خارج بھی کر سکتے ہیں......میں آپ کو ڈرا نہیں رہا ہوں بلکہ آگاہ کر رہا ہوں۔

رمضانہ خاموش ہو جاتا ہے۔

(تھوڑی دیر بعد)

رمضانہ: (آہ بھرتے ہوئے)......آپ تو درست فرماتے ہیں۔

ساجا: جی اللہ کی مدد سے ایسی نوبت نہیں آئے گی۔ہم ہمیشہ فیس وقت پر ادا کریں گے۔

پرنسپل: ٹھیک ہے۔آپ بغل والے کمرے میں جائیے اور ایک داخلہ فارم حاصل کریں۔کل اس کو بھر دیں اور ساتھ میں 10 ہزار روپیہ

داخلہ فیس رکھیں۔

(رمضانہ کے منہ سے زور سے اور بے پرواہ نکلتا ہے دس ہزار)

ساجا: (رمضانہ کو ٹوکتے ہوئے)......کوئی بات نہیں۔ پرنسپل صاحب ہم کل ہی جمع کروائیں گے۔

پرنسپل: اب آپ جائیے۔ جلدی کروائے ورگا۔ کیونکہ بعد میں داخلہ بند ہو جائے گا۔

دونوں: (ایک ساتھ)......جی اچھا......خدا حافظ۔

(دروازہ بند ہوتا ہے)

سین ختم

(تھوڑی دیر بعد)

رمضانہ کے گھر کا سیٹ:

رمضانہ: میری سمجھ میں نہیں آتا میں اتنے پیسے کہاں سے لاؤں۔ مکان پر بھی کام شروع کرنا ہے اور ریاض کا داخلہ بھی کرنا ہے۔ کیا کیا جائے۔ کچھ بھی سوجھ نہیں پا رہا ہوں۔

ساجا: تم ہمیشہ کسی نہ کسی پریشانی میں کیوں ڈوب جاتے ہو۔ خدا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکالے گا۔ فی الحال تم چائے پی لو۔

رمضانہ: بڑادو پیالی آگے کی اور کیا معلوم چائے کی پیالی پی کر ہی کوئی تعبیر نکلے۔

ساجا: یہ لو۔ ہاں تھوڑی دیر کے بعد رحیم ترکھان آ رہا ہے۔

رمضانہ: ہاں تم نے یاد دلایا۔ سیمنٹ والی دُوکان پر بھی جانا ہے۔ اگر کل سے کام شروع کیا تو پھر اور مزدوروں اور ترکھانوں کا بھی انتظام کرنا پڑے گا۔

ساجا: مگر مکان اچھی طرح بنوانا۔ یہ چیز بار بار نہیں بنتی۔

رمضانہ: مگر پیسے آئیں گے کہاں سے۔ میرے پاس کھان تو نہیں ہے۔

ساجا: تم پھر الجھ رہے ہو۔ چائے ختم کرلو۔

(دروازے پر دستک)

ساجا: کون ہے۔

رحیم ترکھان: میں ہوں عبدالرحیم۔

رمضانہ: رُکیئے میں دروازہ کھول دیتا ہوں۔ (دروازہ کھلتا ہے)

رمضانہ: آؤ عبدالرحیم اندر آؤ۔

رحیم ترکھان: آہا...... چائے کی چسکیاں لے رہا ہے رمضانہ۔

ساجا: آپ بیٹھو تو سہی۔ چائے ابھی پیش کر دیتی ہوں۔

رحیم ترکھان: (رمضانہ کی اور)...... تو کیا سوچ لیا آپ نے پرسوں کی تاریخ پھر پکی کی۔

ساجا: ہاں بالکل پکی۔ پرسوں سے مکان کا کام ہم شروع کریں گے۔

رحیم ترکھان: کیا اینٹ، پتھر اور دیگر اشیاء کا انتظام ہو گیا کہ نہیں۔

رمضانہ: کل تک ہو جائے گا۔ کیا کریں۔ ہر ایک چیز اتنی مہنگی ہو گئی ہے کہ آدمی پریشان ہوتا ہے کہ کریں تو کیا کریں۔

رحیم ترکھان: وہ تو آپ کی بات درست ہے۔

ساجا: یہ لو چائے۔

رمضانہ: پرسوں کتنے بجے میں پیر صاحب کو بلاؤں گا۔ کچھ نیاز وغیرہ بھی کریں گے۔

رحیم ترکھان: پیسوں کا کیا انتظام ہوا ہے۔ دیکھو آج کل کے مزدور اور ترکھان ہاتھ کے ہاتھ مزدوری لے لیتے ہیں۔ کوئی انتظار کر نہیں پاتا۔

رمضانہ: تھوڑی دیر تو لگتی ہی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ ہر ایک کو وقت پر مزدوری دے سکیں۔

رحیم ترکھان: ٹھیک ہے۔ پرسوں 9 بجے ہم مکان کی بنیاد رکھیں گے۔

رمضانہ: جی بہت اچھا۔

رحیم ترکھان: اچھا تو پھر میں چلتا ہوں۔ پرسوں ملیں گے۔

رمضانہ: خدا حافظ۔

رحیم ترکھان: خدا حافظ۔

سین ختم

اسٹیج پر چہل پہل مرد پتھر اٹھاتے ہوئے، ریت وغیرہ اٹھاتے ہوئے۔
(مکان کیلئے ہورہی کھدائی کی آوازیں۔اینٹوں کے گرنے کی آوازیں۔گہما گہمی۔)

رحیم ترکھان: مبارک ہو رمضانہ۔کام شروع ہوگیا۔

رمضانہ: خیر مبارک۔خیر مبارک۔

رحیم ترکھان: ساجا کہاں پر رہ گئی۔

رمضانہ: وہ چائے کا سماوار اور روٹی وغیرہ لارہی ہے۔

رحیم ترکھان: ہاں وہ آرہی ہے۔

رمضانہ: کتنی دیر میں ہمارا مکان تیار ہوگا۔

رحیم ترکھان: اس کا دارومدار آپ پر ہے۔

رمضانہ: کیا مطلب۔میں سمجھا نہیں۔

رحیم ترکھان: آپ کے پاس جتنے روپے ہوں گے اتنا ہی جلدی سے کام بنا رکاوٹ کے چلے گا اور آپ کا مکان تیار ہو جائے گا۔

رمضانہ: بات تو آپ کی ٹھیک ہے......(آہ بھرتے ہوئے)......

رحیم ترکھان: تم نے سیمنٹ والے سے بات کی تھی نا۔

رمضانہ: کی تو تھی۔

رحیم ترکھان: پھر ابھی تک سیمنٹ کیوں نہیں پہنچا۔

رمضانہ: میں دریافت کرتا ہوں۔

رحیم ترکھان: جلدی سے ورنہ کام رُک جائے گا۔

سین ختم

(رمضانہ کے گھر کا سیٹ)

ساجا: آج تم مکان پر تھوڑا دیر سے چلے جانا۔

رمضانہ: کیوں۔ کیا بات ہے۔ وہاں تو کام رُک جائے گا۔

ساجا: (غصے سے)......تم بھول گئے کہ آج ریاض کو نجی سکول میں داخل کرنا ہے۔

رمضانہ: میں تو واقعی بھول ہی گیا تھا۔ میرے دماغ میں صرف سیمنٹ، اِینٹ اور پتھروں کی دھول جمی رہتی ہے آج کل۔

ساجا: مجھے معلوم تھا تم بھول جاؤ گے۔

رمضانہ: چلو، تم ریاض کو تیار کرو اور خود بھی تیار ہو جاؤ۔ میں اینٹ والے سے فوراً مل کر آجاتا ہوں۔

ساجا: جلدی آجانا۔ وہ پرنسپل بہت ہی سخت طبیعت کا لگتا ہے۔

رمضانہ: تم ایسا کرنا کہ یہاں سے فارغ ہو کر سیدھے اسکول چلے جانا۔ میں بھی وہیں پہنچ جاؤں گا۔

ساجا: ٹھیک ہے۔ مگر دیر نہیں کرنا۔

رمضانہ: ٹھیک ہے ابھی چلتا ہوں۔

(تھوڑی دیر بعد)

مکان بن رہا ہے والا سیٹ

رحیم ترکھان: ارے رمضانہ یہ دروازہ ذرا پکڑنا۔

رمضانہ: ٹھیک ہے......(کھانسی کرتے ہوئے)

رحیم ترکھان: تمہیں کو تو زور کی کھانسی آرہی ہے۔ کچھ علاج وغیرہ کراؤ۔

رمضانہ: یہ پکڑلو دروازہ۔

رحیم ترکھان: ارے تمہارے ہونٹوں پر خون کے دبے آگئے ہیں۔

رمضانہ: نہیں تو...... ہاں ہاتھ پر تو لگ گیا ہے۔

رحیم ترکھان: ارے او ساجا ......او ساجا۔ اپنے خاوند کو اسپتال لے جاؤ۔ اس کو بہت کھانسی آرہی ہے۔

ساجا: چلو جی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔

رمضانہ: چلو چلتے ہیں۔

سین ختم

(تھوڑی دیر بعد)

رمضانہ کے گھر کا سیٹ:

رمضانہ: (کھانستے ہوئے) ڈاکٹر صاحب نے آپکو کیا کہا۔

ساجا: کچھ نہیں کہا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ۔البتہ جسمانی محنت تھوڑی کم کرنی پڑے گی۔

رمضانہ: مزدوری نہیں کریں گے تو ہم کھائیں گے کیا۔ اوپر سے مکان کا کام چل رہا ہے۔ دونوں بچے سکول جا رہے ہیں۔

ساجا: تمہاری صحت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ مکان کا کیا ہے ایک منزل تقریباً تیار ہوئی ہے۔

رمضانہ: قرضہ بھی تو بڑھ گیا ہے۔

ساجا: قرضہ آہستہ آہستہ چکتا کر دیں گے۔

رمضانہ: دیگر اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ اور اس پر اگر آمدنی کم ہوگی تو کیا کریں گے۔

ساجا: اللہ مددگار ہے۔ کوئی راستہ ضرور نکل آئے گا۔

رمضانہ: مجھے تو کوئی راستہ دکھائی نہیں دی رہا ہے۔ تمہیں کوئی راستہ دکھائی دے رہا ہے کیا۔

ساجا: تم اس وقت کچھ نہ سوچو۔ صرف آرام کرو۔ اللہ سب کچھ ٹھیک کرے گا۔

رمضانہ: مجھے تسلی دے رہی ہو۔ اندر سے تم میرے سے زیاہ پریشان ہو۔

ساجا: نہیں، نہیں، میں بالکل پریشان نہیں ہوں۔

رمضانہ: میں تمہیں 20 سال سے جانتا ہوں۔ مجھ سے کیا چھپا رہی ہو۔

ساجا: بھاری آواز میں..... میری زندگی تم سے ہی شروع ہوئی ہے اور تم

پر ہی ختم ہوتی ہے۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو ان بچوں کا کیا کروں گی۔ اس نئے مکان کا کیا کروں گی۔

(ساجا سسکتی آواز میں کہتی ہے)

رمضانہ: مجھے کچھ نہیں ہو گا۔ تم خوامخواہ فکر کرتی ہو۔ اللہ بہت بڑا کرم والا ہے۔ تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔

ساجا: پھر تم زیادہ مت سوچو۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔ اب ذرا بجلی بند کر دو۔

(اتنی دیر میں نور کمرے میں داخل ہو جاتی ہے۔)

نور: ابا، ابا، تم بستر میں کیوں ہو۔

ساجا: تمہارے ابا بیمار ہیں۔

نور: میرے ابا بیمار نہیں ہو سکتے ہیں۔ میں ابا کے بدلے میں بیمار ہو جاؤں گی۔ ابا بیمار ہوئے تو ہم کیا کریں گے۔

رمضانہ: میرے بچے میں جلد ہی ٹھیک ہو جاؤں گا۔ آپ پریشان مت ہو جاؤ۔

ساجا: اب تم ابا کو اور تنگ مت کرو۔ اس کو آرام کرنے دو۔

سین ختم

رمضانہ کے گھر کا سیٹ:

ساجا: (اپنے آپ سے بات کرتے ہوئے)......ان کو دو مہینے ہوئے بیمار پڑے ہوئے ۔مکان کی ایک منزل تو مکمل ہے مگر قرضہ بہت ہے ۔دونوں بچوں کی سکول فیس بھی برابر نہیں ہو رہی ہے ۔اس حالت میں مجھے کچھ سوجھ نہیں رہا ہے۔یا اللہ کوئی راستہ نکال دے۔

نور: امی ۔امی ۔آپ کہاں ہیں دیکھو ریاض میری کتابیں کاٹ رہا ہے۔

ساجا: اب تو یہ کتابیں کاٹنی ہی پڑیں گی۔

نور: آپ کیا کہہ رہی ہیں امی۔

ساجا: ہاں۔تمہیں سکول چھوڑنا پڑے گا اور ریاض کو بھی۔

نور: نہیں امی میں پڑھنا چاہتی ہوں۔

ساجا: ہاں بچہ میں تم دونوں کو پڑھانا چاہتی ہوں مگر میرے ہاتھ تنگ ہو رہے ہیں تمہارے ابا اندر پڑے ہیں ۔ان کیلئے دوائی کے پیسے نہیں ہیں کیا کریں گے تم ہی بتاؤ۔

نور: ٹھیک ہے امی ۔مجھے نکالو مگر ریاض کو نہیں۔

ساجا: آ میرے بچے میرے گلے لگ جا میرے لال۔

(نور اور ساجا سسکتے ہوئے گلے ملتے ہیں)

سکول کا سیٹ:

دور سے سکولی بچوں کے زوروار سے سبق پڑھنے کی آوازیں۔

نور: امی جان، امی جان۔

ساجا: بولو میری جان کیا بات ہے۔

نور: سنو امی بچے کیسے پڑھ رہے ہیں۔

ساجا: ہاں بیٹا سن رہی ہوں۔

نور: مگر میری پڑھائی تو ختم ہوگئی۔

ساجا: ہاں بیٹا ہماری قسمت ہی کچھ خراب ہے۔

نور: اگر میں پڑھ نہیں سکتی تو میں پھر کیا کروں گی۔

ساجا: تو ایسا کر لے پاس کے سلائی مرکز میں اپنا نام درج کرا لے۔اس سے تمہارا وقت کٹ جائے گا۔

نور: ٹھیک ہے ماں۔میں نے سنا ہے کہ سلائی مرکز میں کچھ وظیفہ بھی دیتے ہیں۔

ساجا: اچھی بات ہے۔ہم دونوں کل ہی چلے جائیں گے۔ابھی تم کچھ کھالو۔

نور: ٹھیک ہے ماں۔

سین ختم

تعمیر ہورہے مکان کا سیٹ:

(چھت پرٹین لگانے کی آوازیں۔)

رحیم ترکھان: آؤ بھائی رمضانہ۔تمہارا مکان تیار ہوگیا۔

رمضانہ: شکر ہے اللہ کا اور اس کے بعد تمہارا۔تم نے اپنے بھائی کی طرح میرے مکان کا خیال رکھا اور تیار کیا۔

رحیم ترکھان: یہ تو میرا فرض تھا۔ویسے مزدوروں کی مزدوری کا کچھ انتظام کیا کہ نہیں۔

رمضانہ: اگر ہو سکا کل سے میں ریڈی چلانے پھر سے نکلوں گا۔کچھ بیو پاریوں کے پاس میرے پیسے پھنسے ہیں۔شاید ایک دو دن میں مل جائیں گے۔

رحیم ترکھان: دیکھ بھائی ابھی تک تو میں نے سنبھالا ہے۔مگر اس کے بعد میرے سے نہیں سنبھالا جائے گا۔تم کوئی نہ کوئی انتظام کرو۔

رمضانہ: مجھے تھوڑا بہت وقت دے دو۔سارا قرضہ اتار دوں گا۔ابھی مجھے اجازت دے دو۔خدا حافظ۔

رحیم ترکھان: خدا حافظ مگر میرا خیال رکھنا۔

سین ختم

رمضانہ کے گھر کا سیٹ:

نور تیز تیز قدموں سے اندر آتی ہے۔

نور: امی جان وہ سلائی مرکز نہیں ہے بلکہ وہاں شالوں پر کڈائی کا کام سکھایا جاتا ہے

ساجا: کوئی بات نہیں تم آہستہ آہستہ یہ کام سیکھ جاؤ گی۔

نور: ہاں مگر میں ابھی سوئی بھی نہیں پکڑ پاتی ہوں۔

ساجا: وقت کیساتھ ساتھ سیکھ جاؤ گی۔ وہاں وظیفہ کتنا ہے۔

نور: لڑکیاں کہہ رہی تھیں 30 روپے ملے گا۔ کیا مجھے بھی پیسے ملیں گے۔ اگر ملے تو میں ان کا کیا کروں گی۔ ہاں میں اپنے ابا کو دوں گی۔ اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔

ساجا: اپنے ابا کا بہت خیال رکھتی ہو۔ مجھے پیسے نہیں دے سکتی۔ میں تو تمہاری ماں ہوں

نور: ماں تو ہو۔ مگر مجھے جو کچھ بھی ملے گا میں اپنے ابا کو دوں گی۔ وہ دن بھر ریڈی پر کام کرتے ہیں۔ تھک جاتے ہیں اور کل تک بیمار بھی تھے۔

ساجا: وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر تیرا بھائی کہاں گیا۔

نور: میں نے آتے ہوئے دیکھا تھا۔

ساجا: کیا کر رہا تھا۔

نور: کہہ رہا تھا کہ رشید صاحب کے پاس جانا ہے۔ سائنس کے کچھ سوال سیکھنے کے لئے۔

ساجا: وہ دیکھو ریاض آ رہا ہے۔ تم اندر سے اپنے لئے اور اس کیلئے کچھ لاؤ۔ دونوں کو بھوک لگی ہوگی۔

نور: ہاں ماں بھوک تو لگی ہے۔

ریاض: امی۔ امی۔ ابا کہاں ہے۔

ساجا: کام پر گئے ہیں۔ آتے ہی ہوں گے۔

نور: یہ لو روٹی اور چائے۔ ریاض تم ابا کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو۔

ریاض: آپ کو کیوں بتاؤں۔

ساجا: بتانا کیا ہے۔

نور: نہیں بتانا ہے تو مت بتاؤ۔

ریاض: میں اپنے سکول میں اول آیا ہوں۔

ساجا: (ریاض کو چومتے ہوئے)...... بار بار تیری پیشانی کو چومنے کا من کرتا ہے

نور: بھیا مبارک ہو۔ اب آپ کو وظیفہ بھی ملے گا۔

ریاض: تمہیں کیسے معلوم مجھے وظیفہ ملے گا۔

نور: میں بھی ایک بار اپنے کلاس میں اول آئی ہوں۔اور مجھے وظیفہ بھی ملا ہے۔

ریاض: جھوٹی۔جھوٹ بول رہی ہو۔تم تو پڑھ ہی نہیں رہی ہو۔

نور: میں جھوٹ نہیں بولتی۔امی سے پوچھ لو۔میں اول آئی ہوں کہ نہیں۔

ریاض: امی کیا یہ سچ بول رہی ہے۔

ساجا: دونوں چائے جلدی جلدی ختم کرو۔

ریاض: نہیں ماں مجھے بتاؤ۔

نور: اس کو بتاؤ ماں۔مجھے بھی اگر پڑھنے دیا ہوتا تو میں بھی اچھا پڑھ لیتی۔

ساجا: ہاں بیٹا یہ ایک بار اپنے کلاس میں اول آئی تھی اور اس کو وظیفے میں 5 ہزار روپے ملے تھے۔جن کو ہم نے مکان کی تعمیر پر خرچ کیا۔

ریاض: اچھا ماں۔

نور: اب سنا لو۔میں بھی اچھا پڑھتی تھی۔اگر مجھے بھی پڑھنے دیا ہوتا تو میں بھی اچھا پڑھ لیتی۔

ریاض: وہ دیکھو ابا آرہے ہیں۔

نور: ابا۔کیسا رہا آپ کا دن۔

رمضانہ: ٹھیک رہا بیٹے۔آپ کا کیسا رہا۔

نور: ریاض سکول میں اول آیا ہے۔

رمضانہ: یہ تو اچھی بات ہے۔مجھے پورا یقین ہے کہ ریاض بہت اچھی طرح پڑھے گا۔

ساجا: نور بھی آپ کے لئے کچھ لائی ہے۔

رمضانہ: کیا لایا ہے بیٹے میرے لئے۔

نور: میری تنخواہ آپ کے لئے۔

رمضانہ: میرے لئے۔بیٹا تم میرے لئے نور سے بڑھ کر ہو۔

نور: ابا ایک دو ماہ میں میری تربیت ختم ہو جائے گی۔اس کے بعد میں کیا کروں گی۔

ساجا: گھر میں کوئی کام کر لینا۔

نور: گھر میں کیوں میں اپنا سینٹر کھولوں گی۔اس میں شال کا کام شروع کروں گی اور خود اپنا روزگار کماؤں گی۔

رمضانہ: مگر اس کے لئے پیسے کہاں سے لاؤ گی۔

نور: میں محنت کروں گی اور اپنا سینٹر کھول لوں گی۔

ساجا: یہ لڑکی اب زیادہ بولتی ہے۔اس لئے جونہی بڑی ہو جائے گی اس کی شادی کر دینی پڑے گی۔

نور: میں نے شادی نہیں کرنی۔ میں نے اپنا سینٹر کھولنا ہے اور اس سے
کمائی کر کے مکان تیار کرنا ہے۔

رمضانہ: ٹھیک ہے۔ تمہاری شادی نہیں کریں گے۔ خوش۔ اب جا میرے
لئے چائے لے آ۔

نور: ٹھیک ہے۔ میں ابھی آپ کیلئے چائے لے آتی ہوں۔

سین ختم

رمضانہ کے گھر کا سیٹ:

رمضانہ کے کھانسنے کی آواز

ساجا: کیا ہوا آپ تو پھر کھانسنے لگے۔ نور۔ نور، جلدی سے پانی لے آ۔

رمضانہ: چھاتی میں بہت درد ہو رہا ہے۔

ساجا: آپ پانی پی لو۔ ہم ابھی ہسپتال جاتے ہیں۔

نور: یہ لو پانی۔

رمضانہ: ساجا! ہمارا مکان اب کب مکمل ہوگا۔

ساجا: وہ مکمل ہو یا نہ ہو۔ ہم کل یا پرسوں اپنے مکان میں منتقل ہو جائیں گے۔

نور: یہ آپ نے خوب کہا امی۔

ساجا: چلو سب سے پہلے ہسپتال چلو۔ بعد کی بعد میں دیکھیں گے۔

سین ختم

آٹو رکھشا کے چلنے کی آواز۔

ساجا: ذرا جلدی کرنا بھائی

ایک آواز: ٹھیک ہے ہم تھوڑی دیر میں ہسپتال پہنچ جائیں گے۔

(تھوڑی دیر بعد)

ریاض: اپنے گھر میں کتنا اچھا لگتا ہے۔ میں آگے والے کمرے میں رہ لوں گا۔

جا: تمہارے ابا کی محنت کا پھل ہے۔ ورنہ ہم لوگ کہاں سے یہاں پہنچ جاتے۔

نور: مگر ابھی یہ مکان مکمل نہیں ہے۔ اس میں بہت پیسے لگ جائیں گے۔

ساجا: تم اس کو مکمل کر دینا تمہارے سینٹر سے۔

نور: وہ تو میں کر ہی دوں گی۔

ساجا: ریاض کہاں جا رہا ہے۔

نور: اپنے کمرے میں۔

ساجا: کیوں۔

نور: پڑھائی کرنے۔ اس کا پرسوں امتحان ہے۔

ساجا: کون سا امتحان ہے۔

نور: انجینئرنگ کا امتحان ہے۔

ساجا: چلو ٹھیک ہے۔

(باہر سے شور کی آوازیں)

نور: امی یہ شور کیسا ہے۔

ساجا: ذرا کھڑکی کھولو۔

کھڑکی کھولنے کی آواز۔شور بڑھ جاتا ہے۔

نور: یہ لوگ تو ہماری طرف ہی آرہے ہیں۔

ساجا: مگر کیوں۔

نور: ایک آدمی کو کندھے پر اٹھایا گیا ہے۔

ساجا: کس کو کندھے پر اٹھایا گیا ہے۔

نور: ہائے اللہ یہ تو ابا ہے۔ان کو کیا ہو گیا۔

ساجا: ہاں یہ تو وہی ہیں۔میرے اللہ ان کو کیا ہو گیا۔

نور: ابا۔آنکھیں کھولو ابا۔

ایک آواز: آپ دونوں ہٹ جاؤ۔ان کو کچھ نہیں ہوا ہے۔معمولی سی چوٹ آئی ہے۔

دوسری آواز: یہاں رکھ دو۔ایک تکیہ ذرا دیجئے۔

ساجا: مگر ان کو ہوا کیا ہے۔ان کی ریڈی کہاں ہے۔

پہلی آواز: رمضانہ گھر واپس لوٹ رہا تھا کہ کہیں سے ایک گرینیڈ آیا اور ان کی ریڈی میں پھٹ گیا۔ ان کے دونوں ہاتھوں پر زخم لگے ہیں۔

ساجا: مگر ٹانگ پر پٹی کیوں باندھی ہے۔

دوسری آواز: دھماکے سے ریڈی پلٹ گئی اور ان کی ٹانگوں پر لگی۔ ان کی ٹانگ پر گہرا زخم آیا ہے۔

نور: ان کی ٹانگ بچ گئی ہے کہ نہیں۔

پہلی آواز: ڈاکٹر نے کہا ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب ان کے زخم بھرنے شروع ہو جائیں گے اس کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

دوسری آواز: اب آپ انکو آرام کرنے دیں۔ ہم چلتے ہیں۔ خدا حافظ۔

سین ختم

(تھوڑی دیر بعد)

ریاض: امی مجھے کچھ پیسوں کی بہت ضرورت ہے۔

ساجا: کس لئے۔

ریاض امی کچھ کتابیں لانی ہیں۔

ساجا: مگر میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

ریاض: پھر میں کیا کروں۔ میری انجینئرنگ کیسے مکمل ہوگی۔

نور: کوئی بات نہیں۔ میں پیسے دوں گی۔ کتنا چاہیئے۔

ریاض: دیدی ایک ہزار چاہیئے۔

نور: رُک میں لاتی ہوں۔

ساجا: مگر تم کہاں سے لاؤ گی۔

نور:۔ ماں ابھی تو دن میں کام کرتی ہوں اب تھوڑا رات میں بھی کام کریں گے۔ بھائی کو انجینئر بنانا ہے۔

ساجا: کتنا کام کرسکتی ہوتم۔۔ میں بھی تمہاری مدد کر لیتی۔ مگر کیا کروں۔ تیرا ابا تو گھر میں لیٹا ہوا ہے۔ اس کو وقت وقت پر دوائی دینی ہوتی ہے۔

نور: ماں تم فکر مت کرو۔ جب تک میں ہوں کوئی پریشانی آنے نہیں دوں گی۔

نئے گھر کا سیٹ:

(دروازے پر گھنٹی کی آواز)

رمضانہ: (کھانستے ہوئے)......دروازے پر کوئی ہے۔

ساجا: آپ رکو میں دیکھتی ہوں۔

دروازہ کھولنے کی آواز۔

ساجا: یہ تو نور ہے

رمضانہ: آج دیر سے کیوں آئی بٹیا۔

نور: ماں، یہ لو سبزیاں۔اس میں چاول اور صابن وغیرہ ہے......ہاں ابا کیا کہہ رہے تھے آپ۔

ساجا: وہ پوچھ رہے ہیں کہ آپ دیر سے کیوں آئی۔

نور: ابا دیر تک کام کرنا پڑتا ہے۔یہ لڑکیاں خود تو کام کرتی نہیں۔اوپر سے ریاض کی پڑھائی کے لئے تھوڑا قرضہ اٹھایا ہے۔اس کے لئے محنت تو کرنی پڑے گی نا۔

رمضانہ: تم اور تمہاری محنت نے اس گھر کو گرنے سے بچایا۔تم بیٹی نہیں بیٹا ہو۔میری رانی بیٹی۔

ساجا: کھانے کا تیل تم بھول گئی۔

نور: نہیں ماں اس کے لئے پیسے نہیں بچے۔ایک دو دن نکل جائیں گے نا۔

ساجا: ہاں۔تین نکلیں گے۔کل پرسوں لے آنا۔اب تم ہاتھ منہ دھولو اور آکر چائے پی لو۔

نور: میں چائے نہیں لوں گی۔بہت بھوک لگی ہے۔کھانا ہی پروس دو۔
نورا سٹیج سے باہر جاتی ہے۔
(چلنے کی آواز)

ساجا: یہ لڑکی اب بڑی ہوگئی ہے۔ ہمیں اس کی شادی کے بارے میں سوچنا چاہئے۔

رمضانہ: وہ تو میں بھی سوچ رہا ہوں کہ اس لڑکی کے ہاتھ پیلے کر دینے چاہئیں

ساجا: مگر اس کی شادی کے بعد اس گھر کا کیا ہوگا۔ یہ گھر ابھی تک زندہ ہے تو وہ اس لڑکی کے خون پسینے سے۔ میرا بیٹا اگر انجینئرنگ کر رہا ہے تو وہ بھی اس لڑکی کی محنت کی وجہ سے۔

رمضانہ: وہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مگر اس کے لئے ہم اس کو کیا شادی کے بغیر رکھیں گے۔ وہ تو گناہ ہے۔

(نور سیٹ پر داخل ہوتی ہیں)

ساجا: وہ آرہی ہے۔ تم اس سے بات کرلو۔

نور: آپ دونوں کیا بات کر رہے تھے۔

ساجا: کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔

رمضانہ: بیٹا تم نے اپنے لئے کیا سوچا ہے۔

نور: کس بارے میں۔

ساجا: شادی کے بارے میں اور کس بارے میں۔

رمضانہ: تم ہمارے لئے اتنا کرتی ہو دن رات۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم

بھی آپ کے لئے کچھ سوچیں۔

نور: دیکھو اگر آپ میری شادی کے بارے میں سوچ رہے ہیں تو فی الحال یہ سوچ آپ ترک کردو۔ کیونکہ جب تک ریاض کی تعلیم ختم نہیں ہو جاتی اور وہ اس گھر کا بوجھ اچھی طرح اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ تب تک میں یہ گھر چھوڑنے والی نہیں ہوں۔

ساجا: وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر تمہاری عمر ڈھل رہی ہے۔ جب عمر بڑھ جاتی ہے تو لڑکی کے لئے لڑکا ڈھونڈنا مشکل ہو جاتا ہے۔

رمضانہ: یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہو۔

نور: تم اپنی صحت کے بارے میں سوچو۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو پھر ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔

ساجا: وہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔

نور: ابا کے تمام نسخے وغیرہ ترتیب سے رکھے ہیں کہ نہیں۔

ساجا: ہاں رکھے ہیں۔ تم چائے ختم کر کے ان کو یہ دوائی پلا دینا۔

(تھوڑی دیر بعد)

نور کی دوکان کا سیٹ:

لڑکی کی آواز: نور میڈم، کوئی لڑکا باہر آپ کو ڈھونڈ رہا ہے شاید آپ کے بھائی ہیں۔

نور: ٹھیک ہے۔تم شال سنبھالو۔میں دیکھ کر آتی ہوں۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)

نور: ہاں میرا بھائی ہی ہے۔ارے شمیمہ ذرا دفتر کا دروازہ کھولو۔ہم بہن بھائی وہیں بیٹھیں گے۔گھر میں ہم بات کر ہی نہیں پاتے۔ ہاں چائے والے کو کہنا کہ دو کپ چائے ہمارے لئے لائے۔

ریاض: چائے کی طلب نہیں ہے۔پانی پلادے۔

نور: آؤ سامنے والی کرسی پر بیٹھ جاؤ

(ریاض کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

ریاض: دیدی تمہارے پاس ضروری کام سے آیا ہوں۔

نور: ہاں بولو، کیا کام ہے۔

ریاض: اگلے مہینے میں میرا آخری امتحان شروع ہو رہا ہے۔

نور: ہاں مجھے معلوم ہے، میں نے اس کے لئے فیس کا انتظام کر رکھا ہے۔

ریاض: وہ تو ٹھیک ہے۔مگر مجھے اور پیسوں کی ضرورت پڑے گی۔

نور: اور پیسے مگر کس لئے۔اس وقت تو پیسے ملنے مشکل ہے۔ابا کی دوائی کا بھی انتظام کرنا ہے۔

ریاض: مجھے سب معلوم ہے کہ تم کتنی دقعت میں ہو مگر میں کیا کروں، مجھے

یہ پیسے چاہئے۔

نور: آپ کو کتنا پیسہ چاہئے۔

ریاض: مجھے چار ہزار روپیوں کی ضرورت ہے۔

نور: مگر کس لئے۔

ریاض: مجھے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پروجیکٹ بنانا ہے۔اس کا کل خرچہ 20 ہزار آتا ہے۔ میں نے تین ہزار کا انتظام کیا ہے۔

نور: چار ہزار کا انتظام کرنا ہے۔ کیا کریں کہاں سے لائیں۔

ریاض: مجھے معلوم ہے دیدی تم کہیں سے انتظام کرلوگی ۔ابھی میں چلتا ہوں کالج کیلئے دیر ہورہی ہے۔

نور: ٹھیک ہے مگر چائے تو پیتا جا۔

ریاض: نہیں دیدی اگلی بار ابھی چلتا ہوں۔

نور: خدا حافظ

سین ختم

اسپتال کا سیٹ:

(اسپتال کی بھیڑ کا شور)

ایک آواز: بیمار ایک طرف بنچ پر بیٹھ جاؤ اور نسخہ میرے ہاتھ میں دو۔ میں باری باری پر سب کو بلاؤں گا۔ابھی ٹکٹ نمبر 416 اندر جاؤ۔

نور: امی تم ابا کو یہاں بٹھاؤ۔ میں نسخہ جمع کراتی ہوں۔ آج تو بہت زیادہ بھیڑ ہے۔

ساجا: ٹھیک ہے ہم یہاں پر ہی انتظار کریں گے۔

چپراسی: ٹکٹ نمبر 424۔

نور: بھائی یہ ٹکٹ بھی لے لو۔

آواز: ٹکٹ دو بیمار کو بٹھا دو۔

آواز: ٹکٹ نمبر 506۔

(تھوڑی دیر بعد)

ڈاکٹر کے کمرے کا سیٹ

ساجا: ہمارا نمبر آ گیا۔ تم اُٹھ جاؤ آہستہ آہستہ۔

نور: اَبا آرام سے۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)

ساجا: ڈاکٹر صاحب آپ نے ہمیں آج بلایا ہے۔

ڈاکٹر: آپ نے Reports لائے ہیں۔

نور: جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر: ذرا دیکھائیں۔

نور: یہ لیجئے۔

(تھوڑی دیر بعد)

ڈاکٹر: ان کو کچھ دنوں کے لئے داخل کرنا پڑے گا۔

ساجا: داخلہ کتنے دنوں کا ہوگا اور ان پر کتنا خرچ ہو جائیگا۔

ڈاکٹر: ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہوسکتا ہے آپریشن بھی کرنا پڑے۔

نور: ڈاکٹر صاحب اب ہمیں کیا کرنا ہے۔

ڈاکٹر: آپ کمرہ نمبر 15 میں جائیے۔ آپ کو وہاں پر سب سمجھائیں گے۔

ساجا: جی ٹھیک ہے۔

نور: خدا حافظ ڈاکٹر صاحب۔

آواز: ٹکٹ نمبر 517۔

(سین ختم)

(نور اور ایک لڑکی سیٹ پر)

ایک لڑکی: نور آپا آپ دُوکان کے باہر کیوں۔

نور: عائشہ پریشان ہوں۔ روپیوں کی اشد ضرورت آن پڑی ہے۔ ابا کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کو ہسپتال میں داخل کیا ہے۔ ریاض کا امتحان بھی نزدیک آرہا ہے۔ اس کو بھی پروجیکٹ کے لئے پیسے چاہیئے۔ تم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ تم بھی اپنا دوکان

کھولنا چاہتی ہو کیوں نہ تم میرا ہی دوکان خرید لو۔

عائشہ: میں کہاں سے خرید پاؤں گی۔ہاں وہ بنک والے اسلم صاحب سویرے آئے تھے۔

نور: کیوں آئے تھے۔

عائشہ: انکی بہن کی شادی کے لئے انہیں جاموار شال چاہیے۔

نور: لیا کہ نہیں۔

عائشہ: نہیں تھوڑی دیر کے بعد لینے آرہے ہیں۔وہ دیکھو آرہے ہیں۔

نور: ہاں آرہے ہیں۔دیکھو ذرا لڑکیاں کام کر رہی ہیں کہ نہیں۔

عائشہ: جی ٹھیک ہے۔

سین ختم

(ایک طرف مرد سیٹ پر داخل ہوتا ہے)

نور: آیئے اسلم بھائی صاحب کیسے ہیں۔

اسلم: اسلام علیکم نور آپا۔کیسا چل رہا ہے آپ کا سینٹر۔

نور: چل تو اچھا رہا ہے مگر میں اس کو بیچنا چاہتی ہوں۔

اسلم: کیوں کیا ہوا۔

نور: اسلم بھائی۔پیسوں کی بہت ضرورت ہے۔

اسلم: کتنے پیسوں کی ضرورت ہے۔

نور: پچاس ہزار روپیوں کی ضرورت ہے۔

اسلم: بس۔ یہ مشکل میں آپ کی حل کر دوں گا۔ آپ میری مشکل حل کر دو۔

نور: میں نے آپ کے لئے شال نکال کر رکھ دی ہے۔

اسلم: میں نے بھی آپ کی مشکل کا حل ڈھونڈ لیا ہے۔

نور: وہ کیسے۔

اسلم: کل تم بنک آجانا۔ میں تمہارے لئے 50 ہزار روپیوں کا انتظام کر دوں گا۔

سین ختم

اسپتال کا سیٹ

(اسپتال کا شور)

نور: مجھے آج جلدی پہنچنا پڑے گا۔ آج فیس کی رقم جمع کرانی ہے۔

ایک آواز نور۔ نور۔

نور: جی ڈاکٹر صاحب

ڈاکٹر: آپ وارڈ میں جلدی آجاؤ۔

نور: کیا بات ہے۔

ڈاکٹر: آپ کے ابا کی طبیعت بہت خراب ہے۔

نور: میں آرہی ہوں۔

سین ختم

زور سے دروازہ کھولنے کی آواز

ساجا: نور! تمہارے ابا......

نور: کیا ہوا میرے ابا کو

ساجا: تم یتیم ہوگئی میری بچی۔

نور: نہیں امی ایسا نہیں ہوسکتا۔

سین ختم

گھر کا سیٹ

(کسی عورت کے رونے کی آواز)

نور: امی آپ رونا بند کردو۔ ہماری قسمت ہی خراب ہے۔ ہم کیا کریں۔

ساجا: اس نے کتنی محنت کی اور تم نے اس کی کتنی مدد کی۔

نور: امی ان باتوں کا کچھ فائدہ نہیں اب۔ دیکھو ریاض کے نتائج آج آنے والے ہیں۔ ضرور خوشخبری ہوگی۔

ساجا: (روتے ہوئے)......ریاض کہاں ہے۔

نور: وہ تیار ہو رہا ہے۔ میں بلاتی ہوں۔ بھیا۔ ماں بلا رہی ہے۔ نیچے آ جاؤ۔

ریاض: آ رہا ہوں۔

(ریاض سیڑھیوں سے اترتے ہوئے)

ریاض: جی امی کیا بات ہے۔

نور: آج تمہارے نتائج آنے والے تھے۔

ریاض: وہ تو آ بھی گئے۔

ساجا: اچھا کیا خبر ہے۔

ریاض: میں پاس ہو گیا ہوں۔

نور: شکر الحمدُ اللہ۔ شکر ہے اللہ آپ کا۔

ریاض: ماں میں کچھ دوستوں سے مل کر آتا ہوں۔

ساجا: ٹھیک ہے جلدی واپس آجانا۔

سین ختم

گھر کا سیٹ

ساجا: نور کل سے میں تمہارے ساتھ دوکان پر آیا کروں گی۔ میں گھر میں اکیلی تنگ ہوتی ہوں۔ جب سے ریاض پاس ہوا ہے وہ بھی گھر دیر سے آتا ہے۔

نور: وہ دیر سے کیوں آتا ہے۔

ساجا: وہ اب کھانا بھی کم کھاتا ہے۔ میں نے اس کے کمرے سے یہ گولیاں نکالی ہیں

نور: یہ کیسی گولیاں ہیں۔ کہیں نشے کی گولیاں تو نہیں ہیں۔

ساجا: تم ڈاکٹر کو دکھا دینا۔

نور: ٹھیک ہے۔ آپ اگر دُکان پر آنا چاہتی ہو تو کل سے آ سکتی ہو۔ میں عائشہ سے کہہ دوں گی وہ تمہارے لئے جگہ بنا دے گی۔

سین ختم

نور کی دُوکان کا سیٹ

نور: ماں یہ تمہاری جگہ ہے۔ یہاں پر تم بیٹھا کروں گی۔

ساجا: ٹھیک ہے مگر ریاض کا سویرے سے کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔

نور: تم خواہ مخواہ پریشان ہو جاتی ہو۔ ہوگا اپنے دوستوں کے ساتھ۔

ساجا: مگر رات کو بھی وہ گھر نہیں آیا تھا۔

نور: آجائے گا۔

ایک لڑکی کی دوڑ کر آنے کی آواز۔

نور: کیا ہوا عائشہ۔

عائشہ: غضب ہوا میڈم جی غضب ہوا۔

نور: کیا ہوا۔

عائشہ: ریاض بھائی اور دو لڑکوں کو پولیس پکڑ کر لے گئی۔

نور: کیا پولیس لئے گئی۔

ساجا: اب کیا ہوگا۔

سین ختم

تھانیدار کے کمرے کا سیٹ:

کال بیل بجنے کی آواز

سپاہی: SHO آپ کو بلا رہے ہیں۔

نور: وہ کون سے کمرے میں ہیں۔

سپاہی: سامنے والے کمرے میں۔

(نور کمرے کے اندر آجاتی ہے)

نور: اندر آسکتے ہیں۔

بھاری سی آواز: جی آیئے......فرمایئے۔

نور: جی میرا بھائی

آواز: کیا نام ہے۔

نور: ریاض احمد

آواز: آہا......انجینئر صاحب......سپاہی ذرا انجینئر صاحب کو لانا۔

نور: ان کو یہاں مت لایئے۔اگر آپ ان کو ضمانت پر چھوڑیں گے تو مہربانی ہوگی

آواز: دیکھئے ہم ضمانت پر آج تو چھوڑ دیں گے مگر یاد رہے اگر دوسری بار یہ نشے کی حالت میں پایا گیا تو یہ سیدھے سینٹرل جیل جائے گا۔پھر میں کچھ نہیں کر پاؤں گا۔

نور: آپ کی بہت مہربانی......وہ کہاں ہے۔

آواز: وہ آپ کو سامنے والے کمرے میں ملیں گے۔

نور: جی شکریہ۔خدا حافظ

سین ختم

گھر کا سیٹ

ساجا: شکر ہے اللہ کا کہ ریاض سلامت ہے۔

نور: وہ ٹھیک ہے ماں مگر ریاض کو ڈاکٹر کے پاس ضرور لے جانا ہے۔

ساجا: تم پھر کسی کے ساتھ بات کرلو۔

نور: میں نے ایک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بات کی ہے۔وہ کہہ رہے تھے کہ ریاض کو نشہ چھڑانے والے مرکز میں داخل کرنا پڑے گا۔

ساجا: تو پھر اس کو داخل کرانا نہیں تو مشکل ہو جائے گی۔

نور: ٹھیک ہے ماں۔

سین ختم

گھر کا سیٹ

ساجا: معلوم نہیں کہ ریاض کب واپس آئے گا۔

نور: آجائے گا ایک دو ہفتے کے بعد۔

ساجا: اس سے جلدی نہیں آسکتا۔

نور: کیوں۔تم کچھ پریشان سی لگتی ہو۔

ساجا: تمہارے ہوتے ہوئے کیسی پریشانی۔تم نے تو سب سنبھالا ہے۔میں تمہار ے خواب پورا کرنا چاہتی ہوں۔میں یہ

مکان مکمل کرنا چاہتی ہوں۔ مگر یہ تمہاری مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

نور: میرا بھی یہی خواب ہے ماں۔ میں میرے ابا کی محنت کا مکمل روپ دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے تو ؔوں گی۔

ساجا: میں نے کچھ پیسے بچا کر رکھے ہیں اور کچھ مدد تم کرو تو یہ آشیانہ مکمل ہو۔

نور: ضرور ہوگا۔ اچھا ماں میں ابھی سینٹر سے ہو آتی ہوں۔

ساجا: ٹھیک ہے۔

سین ختم

ساجا: نور۔ تم کہاں ہو۔

نور: میں اوپر ہوں ماں۔ ریاض کا کمرہ صاف کر رہی ہوں۔

ساجا: ہاں بیٹا آج وہ تقریباً ایک مہینے کے بعد گھر آ رہا ہے۔

نور: ہاں ہاں۔ ذرا باہر دیکھو ریاض شاید آ گیا۔ میں اس کے چلنے کی آواز پہچانتی ہوں

ساجا: تم نہیں پہچانو گی تو کون پہچانے گا۔ بچپن سے تمہارے ساتھ رہا ہے۔

(دروازے کا کھلنا)

ریاض: اسلام علیکم امی جان

ساجا: وعلیکم سلام میرے لال۔

ریاض: مجھے معاف کرو ماں۔ میں نے آپ دونوں کو بہت تکلیف دی ہے۔ نور میری بہن مجھے معاف کر۔ میرے سے غلطی ہوگئی۔ مجھے ایک آخری موقعہ دے دو۔ بھیک میں ہی دے دو۔

نور: گلے لگ جا میرے بھائی۔ تمہارے بغیر ہمارا کون ہے۔

ریاض: (روتے ہوئے)...... مجھے معاف کر۔ میں نے تمہاری محنت کو مٹی میں ملا دیا

نور: نہیں ریاض۔ میری محنت مٹی میں نہیں مل سکتی۔ آپ بالکل ٹھیک ہو کر آ گئے اور تم کو پچھتاوا بھی ہے۔ دیکھو میں نے ابا کا ایک خواب مکمل کر دیا۔ اب تم سنبھالو۔ میں تھوڑا آرام کروں گی۔ اب تھکان ہو رہی ہے۔

ریاض: سب سنبھالوں گا۔ اب تم آرام کرو اور اب ہم تمہاری شادی کا انتظام کریں گے، میری فرشتہ بہن۔

سین ختم

(نور کی دوکان کا سیٹ)

نور: عائشہ! تم ذرا باہر نکلو۔ ہم ذرا بازار ہو آتے ہیں۔

عائشہ: ٹھیک ہے باجی۔ آپ کیا خریدنا چاہتی ہو۔

نور: ریاض بھائی کی نوکری لگ گئی ہے اس کے لئے کپڑے لانے ہیں۔

عائشہ: ٹھیک۔ ہے پھر بڑے بازار جائیں گے۔

نور: ٹھیک بات ہے ایک آٹو لے لو۔

(آٹو کے رکنے کی آواز)

نور: بڑے بازار لے چلو۔

آٹو والا: ٹھیک ہے بیٹھئے۔

آٹو چلنے کی آواز۔

ایک دھماکے کی آواز۔

بھاگو۔ بھاگو۔ بم پھٹ گیا۔

آٹو کے رُکنے کی آواز۔

(بازار کا سیٹ)

آٹو والا: پولیس آرہی ہے۔ جلدی سے مجھے پیسے دے دو۔

نور: یہ لو بھائی۔

عائشہ: باجی یہ لوگ تو بھاگ رہے ہیں۔ہم بھی بھاگ لیں۔

نور: کیوں۔ہم نے کیا کیا ہے۔

عائشہ: وہ تو صحیح ہے مگر بھروسہ بھی کوئی نہیں ہے۔

(پولیس کی سائرن)

پولیس والا: راستے میں جو بھی ملے اس کو پکڑلو۔سارے راستے بند کرو۔کوئی باہر نہ جانے پائے۔

عائشہ: باجی چلو۔یہ پولیس والے تو ہمارے پاس ہی آرہے ہیں۔

پولیس والا: ارے لڑکیو رکو۔وہاں سے مت ہلو۔

نور: عائشہ تم تو ٹھیک کہہ رہی تھی۔ہم شاید مشکل میں پڑیں گے۔

پولیس والا: چلو گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔

نور: مگر کیوں۔

پولیس والا: کوئی اگر مگر نہیں۔باقی تھانے میں دیکھ لیں گے۔

(گاڑی کے چلنے کی آواز اور پھر رکنے کی آواز)

تھانے کا سیٹ:

پولیس والا: اتر جاؤ سب لوگ ۔منشی سے کہہ دو ان سب کے نام پتہ لکھ دو۔بعد میں بڑے افسروں سے بات کریں گے کہ کس کو رکھنا ہے اور کس کو چھوڑنا ہے۔

نور: عائشہ۔ یہ کہاں پھنس گئے۔ یہ تو تھانہ ہے۔

عائشہ: ہاں باجی ہم تو پھنس گئے۔ مگر غلطی آپ کی ہے۔ میں نے بھاگنے کے لئے کہا تھا مگر آپ بھاگی ہی نہیں۔

آواز: عورتیں بغل والے کمرے میں جائیں گی اور مرد اندر والے کمرے میں۔ جلدی کرو۔ صاحب آتے ہی ہوں گے۔

نور: شام بھی ہونے والی ہے۔ گھر میں کسی کو بھی خبر نہیں ہے۔ ماں اکیلی ہوگی۔ وہ بہت پریشان ہو جائے گی۔

عائشہ: باجی آجاؤ۔ ہم اندر کمرے میں بیٹھتے ہیں۔ ان پولیس والوں کے سامنے ہمیشہ کھڑا رہنا پڑتا ہے۔

نور: چلو چلتے ہیں۔ معلوم نہیں اور کیا کیا دیکھنا پڑے گا۔

عائشہ: (دروازہ کھولتے ہوئے)......آؤ باجی اندر آجاؤ۔

نور: ہاں چلو کچھ آرام کرتے ہیں۔ ارے یہاں پر دو بچے بھی ہیں۔ آپ کیا کر رہے ہو تھانے میں۔

ایک بچہ: ہمارے ماں باپ یہاں پر حوالات میں ہیں اور ان کے بغیر گھر میں کوئی نہیں ہے۔

نور: کیوں۔ وہ کیوں بند ہیں تھانے میں۔

بچہ: ہمارے ہمسایوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی۔ ہمارے ابا نے

ہمسایے کی پٹائی کی اور اس کی آنکھ میں لگ گئی ہے۔

نور: ارے آپ لوگوں کے ساتھ کتابیں بھی ہیں۔ یہاں پر پڑھتے ہو کیا۔

بچہ: جی کبھی کبھی کتابیں کھول لیتے ہیں۔مگر یہاں پر کوئی پڑھانے والا نہیں۔

نور: کس جمات میں پڑھتے ہو۔

بچہ: میں دوسری میں اور میرا بھائی اول جماعت میں پڑھتا ہے۔

نور: اچھی بات ہے۔ پھر تو میں آپ دونوں کو پڑھا سکتی ہوں۔

عائشہ: باجی یہاں پر بھی محنت۔

نور: میرا من کرتا ہے کہ میں ان دونوں کو پڑھا دوں۔

عائشہ: یہاں تھانے میں۔

نور: نہیں یہاں نہیں گھر پر۔ میں خود تو پڑھائی زیادہ نہیں کر سکی مگر اور لوگوں کو پڑھانا چاہتی ہوں۔
تھوڑی دیر میں۔

پولیس والا: (دروازے پر دستک دیتے ہوئے)......آپ دونوں لڑکیاں باہر آجاؤ۔آپ دونوں کی ضمانت ہوگئی ہے۔

نور: کس بات کے لئے ضمانت۔ہم نے کیا کیا۔

عائشہ: باجی زیادہ بات کرنا مناسب نہیں رہے گا۔ہم چلتے ہیں۔

نور: ہاں تھوڑی دیر میں چلیں گے۔مگران دونوں بچوں کو ساتھ لے جانا چاہتی ہوں

عائشہ: مگراس کے لئے ان کے والدین سے پوچھنا پڑے گا۔

نور: ٹھیک ہے۔آپ پوچھ کرآ جاؤ ہم باہر نکلتے ہیں۔

دروازہ بند ہونے کی آواز۔

تھوڑی دیر میں۔

عائشہ: یہ بچے ہمارے ساتھ آسکتے ہیں۔

سین ختم

گھر کا سیٹ

تمبکناری بجاتی ہوئی لڑکیاں

سیٹ پر گہما گہمی

عائشہ: ریاض میاں کیا خوبصورت دولہے بنے ہو۔

ریاض: تمہاری سہیلی بھی اچھی دولہن بنے گی۔

عائشہ: وہ تو ہے۔پتہ نہیں اس نے کس طرح شادی کے لئے حامی بھر لی۔مگرابھی دولہا پسند نہیں کیا۔

ریاض: وہ تو ماں نے منا لیا ورنہ کہاں مان رہی تھی ۔ سیما نے بھی بہت اچھی طرح سمجھایا تب جا کر مان گئی۔

عائشہ: سیما کون۔

ریاض: تمہاری بھابی اور کون۔

عائشہ: اللہ آپ سب کو خوش وخرم رکھے ۔ میں نے بھی نور باجی کی وجہ سے اپنی زندگی بدل دی...... بارات کب جا رہی ہے۔

ریاض: تھوڑی دیر کے بعد جائے گی ۔ چلو جلدی کرو۔

سین ختم

(تھوڑی دیر کے بعد)

گھر کا سیٹ:

ساجا: ریاض تم کہاں ہو۔ ذرا یہاں تو آؤ۔

ریاض: جی ماں کیا بات ہے۔

ساجا: تم اپنے اس موم کی گڑیا کو بتاؤ کہ گھر کا کام کاج کرو۔ گھر کا کام کاج نہیں کرے گی تو گھر کیسے چلے گا۔

ریاض: جی ماں آپ صحیح بول رہی ہو۔ میں شام کو بتا دوں گا۔ اس وقت میں دفتر جا سکتا ہوں

تیز تیز قدموں کی آواز۔

سیما: کیا صحیح بول رہی ہے۔ میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ میری شادی سرکاری نوکری والے انجینئر سے ہو رہی ہے۔ گھر میں دو نوکر ہیں۔ یہاں پر تو ایسا کچھ نہیں۔ میں کوئی گھر کا کام کرنے والی نہیں ہوں۔ کام کرنا ہے تو تم اور تمہاری ماں کرے۔ میں نہیں کرنے والی۔

ساجا: ہائے اللہ زبان دراز تو دیکھو

ریاض: آپ دونوں نے پھر سے تلواریں نکالیں۔

ساجا: میں کیوں تلوار نکالوں۔ تمہاری بیوی کی زبان چار تلواروں کے برابر ہے۔

سیما: اور اس بڑھیا کی زبان زنگ آلودہ تلوار سے کیا کم ہے۔

ساجا: زنگ لگے تیرے میکے کو۔

سیما: میرے میکے کا نام مت لو۔

ریاض: خدا کے لئے اب بس بھی کرو۔

سیما: میں یہاں پر رہنے والی نہیں ہوں۔

ساجا: جاؤ باپ کے محل میں رہ لو۔

سیما: ہاں۔ میں جا رہی ہوں اور ابھی جا رہی ہوں۔

(سیما اسٹیج سے باہر چلی جاتی ہے)

تیز تیز قدموں کے چلنے کی آواز۔

ریاض: سیما، سیما رُک جاؤ۔

سیما: (دور سے)......میں جا رہی ہوں۔تم لپٹے رہو ماں کے دامن سے۔

ریاض: رکو میں بھی آتا ہوں۔

سین ختم

عائشہ: نور باجی، آپ تو چھپے رستم سے بھی بڑھ کر نکلی۔میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔

نور: خیر مبارک۔مگر ایک پریشانی ہوگئی۔

عائشہ: کیا ہوا۔

نور: وہ ریاضؔ نے کورٹ کے ذریعے نوٹس بھیجا ہے میری اور امی کے نام۔

عائشہ: کس لئے۔

نور وہ مکان میں اپنا حصہ مانگتا ہے۔

عائشہ: ہائے اللہ۔اس نے کون سے ٹکے اس پر خرچ کئے۔جو بھی خرچ

ہواوہ تم نے، آپکے ابااور امی نے کیا۔ وہ کیسا حصہ ڈھونڈ رہا ہے۔

نور: میری پوری جوانی اور بچپن اس مکان اور گھر پر خرچ ہوااور آج یہ ریاض حصہ مانگتا ہے۔

عائشہ: نور باجی! غصہ تھوک دو۔ ہم نے آپ کے لئے خریداری بھی کرنی ہے۔ امی کہہ رہی تھی کہ کچھ ہی دن رہ گئے شادی کی تاریخ کو۔

نور: چلو بازار چلتے ہیں۔

عائشہ: ٹھیک ہے۔

سین ختم

(عدالت کا سیٹ اور شور)

جج: آڈر۔ آڈر۔ آڈر۔

یہ عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے محمد رمضان کے مکان کے دو حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ ماں اور بیٹی کو دیا جائے اور دوسرا حصہ ریاض احمد ولد محمد رمضان کو دیا جائے۔

نور: چلو ماں۔ یہ قانون بھی اندھا ہے۔ اس مکان میں ریاض نے کتنا دیا ہے اللہ جانتا ہے۔ یہ آدمی تو کل تک نشے میں جھومتا تھا، آج اپنے حصے کا دعویٰ کرتا ہے۔ (نور اور ساجا عدالت سے باہر آتے ہوئے)

ساجا: بیٹی ہم دونوں کی قسمت میں پتھر تھے جو ہمیشہ راستے میں آتے ہیں۔

نور: ماں! میں اب تھک گئی ہوں اپنوں کے لئے کرتے کرتے۔ میں اب گھر سے باہر لوگوں کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔

ساجا: میں سمجھی نہیں۔

نور: میں غریب بچوں کے لئے ایک اسکول کھولنا چاہتی ہوں۔ مگر معلوم نہیں حمید کو کیسے لگے گا۔

ساجا: ہاں تمہارے شوہر کو شاید اچھا نہ لگے۔

گھر کا سیٹ:

(ڈور بیل کی آواز)

نور: ماں ذرا دیکھو دروازے پر کون آیا ہے۔ حمید کہہ رہا تھا کہ میں آج آؤں گا۔

(دروازہ کھلنے کی آواز)

ساجا: آؤ عبدالحمید اندر آجاؤ۔

حمید: نہیں میں اندر نہیں آؤں گا۔ ذرا میری بیوی کو بلاؤ۔

ساجا: نور! آپ کو حمید بلا رہا ہے۔

نور: ان سے کہو اندر آجاؤ۔ مجھے معلوم ہے یہ کیوں آیا ہے۔

حمید: (سخت لہجے میں)......میں اندر نہیں آؤں گا۔تم باہر آجاؤ۔

نور: یہ باتیں باہر آنگن میں اچھی نہیں لگتی ہیں۔

حمید: آنگن میں ہی یہ باتیں ہوں گی ۔تم نے میری بات کبھی نہیں مانی۔تم باہر آجاؤ یہ باتیں باہر ہی ہوں گی۔

نور: ٹھیک ہے میں آجاتی ہوں۔تم بتاؤ کیا بات ہے۔

حمید: کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم نے بچوں کے لئے اسکول کھولا ہے۔

نور: ہاں کھولا ہے کیا کوئی گناہ کیا ہے۔

حمید: آپ کہاں گناہ کرتی ہو۔میرے لئے آپ کے پاس وقت ہی نہیں ہے۔سب سے پہلے آپکی دکان۔پھر آپ کی امی جان۔اب میری جان کے پیچھے پڑیں گے یہ بچے۔میرا گھر کب سنبھالو گے جناب۔

نور: دُوکان میری روزی روٹی ہے ۔امی جان میری جنت اور بچے میری جان۔میں خود نہیں پڑھ پائی مگر میں ان غریب نادار بچوں کو ضرور پڑھاؤ گی۔

حمید: مگر میرے بارے میں کیا سوچا۔

نور: دیکھو ہماری شادی ہوئی ہے ۔میرا فرض ہے تمہارا خیال رکھوں۔مجھے بتاؤ کیا میں تمہارے لئے کھانا نہیں بناتی۔کھانا نہیں پروستی۔تمہارے میلے کچیلے کپڑے نہیں دھوتی۔تمہارے ماں باپ

کا خیال نہیں رکھتی۔ مگر میں جو کام کرتی ہوں وہ نہیں چھوڑ سکتی۔

حمید: تم دوکاں نہیں چھوڑ سکتی کیا۔ پھر مجھے چھوڑ دو گی۔

نور: ہاں چھوڑ دوں گی۔ دوکاں سے ہی میں نے عزت پائی ہے اور پڑھانا میرا شوق ہے اور تم کو ان دونوں سے تکلیف ہے۔

ساجا: تم کیا کہہ رہی ہو نور۔ تم کہاں ان بچوں کے لئے اپنی زندگی خراب کرو گی۔

حمید: پڑی رہو یہاں میکے میں اور سڑ جاؤ۔ طلاق ڈاک والے سے مل جائے گا۔

نور: جاؤ۔ جاؤ......

(دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز)

ساجا: یہ تم نے کیا کیا نور۔ میرے لئے اور ان بچوں کے لئے...... یہ تم نے کیا کیا۔
کسی کے گرنے کی آواز۔

نور: ارے ماں سنبھالو۔ تم گر رہی ہو...... کوئی ہے...... کوئی ہے۔ کوئی میری مدد کرے۔ اللہ کیلئے کوئی میری مدد کرے۔ کوئی نہیں ہے۔ مجھے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ مگر اسپتال بھی یہاں سے دور ہے۔ کیا کروں۔

سین ختم

(صبح کا وقت اور پرندوں کی چہچہاہٹ)

گھر کا سیٹ

نور: معلوم نہیں آج کا دن کیسا ہوگا۔امی کو اسپتال لے جانا ہے۔ (خود سے بات کرتے ہوئے)...... مجھے ریاض کو تو نہیں بتانا چاہئے۔ مجھے لگتا ہے اس کو ضرور بتانا چاہئے۔آخر وہ تو اُس کا بیٹا ہے۔اس کا بھی حق ہے۔ میں آج ہی جا کر بتاتی ہوں۔

ساجا: تم اپنے آپ سے کیا باتیں کر رہی ہو۔

نور: کچھ نہیں ماں ۔یوں ہی خود کے ساتھ مشورہ کر رہی تھی۔آج اسپتال جانا ہے۔

ساجا: ہاں وہ تو ہے۔سب ٹھیک ہوگا۔تم خوامخواہ پریشان ہو جاتی ہو۔

نور: ماں تم تیاری کرو۔میں تھوڑی دیر میں آجاؤں گی۔

ساجا: ٹھیک ہے۔پیسوں کی پریشانی نہیں کرنا۔میرے پاس پیسے ہیں۔ ہاں آج کیلئے اپنے اسکول کو بند کر لینا۔دوکاں پر عائشہ کو رکھ لینا۔

سین ختم

اسپتال کا سیٹ:

(اسپتال کا شور)

نور: ماں تم بیڈ پر چڑھ جاؤ۔ڈاکٹر صاحب ابھی آپ کی جانچ کر لیں

گے۔ ہمیں شاید کچھ دنوں کے لئے یہاں رُکنا پڑے گا۔

ساجا: میں اکیلی کہاں چڑھ پاؤں گی۔ کوئی مدد کر لیتا۔

ریاض: رکو آپا میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔

نور: اچھا ہوا آپ آ گئے۔ امی جان کو کچھ دنوں کے لئے اسپتال میں رہنا ہو گا۔ تم یہاں سنبھالو میں گھر اور دکان سنبھالوں گی۔

ریاض: نہیں آپا آپ یہاں سنبھالو میں اور سیما گھر سنبھال لیں گے۔ تم بیچ میں دوکاں کے لئے وقت نکال لینا۔

نور: اچھی بات ہے۔

سین ختم

اسپتال کا سیٹ

ساجا: نور ذرا دیکھ وارڈ کے دروازے پر کوئی ہمیں ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ ہمارا بیڈ نمبر تلاش رہا ہے۔

نور: دیکھتی ہوں کون ہے۔

ساجا: آجاؤ عبدالحمید آجاؤ۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔ یہ اسٹول لے لو۔

حمید: امی جان! میں شرمندہ ہوں پہلے نہیں آ سکا۔

نور: آج بھی لڑنے آئے ہو با زاق نامہ جیب میں رکھا ہے۔

حمید: کیسی باتیں کر رہی ہو۔

ساجا: ذرا چپ ہو جاؤ۔ میاں بیوی میں چھوٹی موٹی لڑائی چلتی رہتی ہے ......اور سناؤ تمہارا کام کیسا چل رہا ہے۔

حمید: کام نہیں چل رہا ہے۔

ساجا: کیا مطلب ....

حمید: کام میں گھاٹا ہوا ہے۔

نور: اب کے بار میں نہیں مدد کرنے والی۔

ساجا: چپ رہو۔ آپ اس کی مدد کروگی ۔ آپ نہیں کروگی تو کون کرے گا۔

حمید: تم میری مدد کرو یا نہ کرو۔ مگر میں آپ کے ساتھ رہنے آیا ہوں۔

نور: اچھا یہ بات ہے۔ تم کو گھر سے نکال دیا ہے۔

ساجا: تم تو حد کر دیتی ہو۔

حمید: کیوں امی جان مجھے آپ کے گھر میں جگہ نہیں ملے گی۔

ساجا: کیوں نہیں۔ ضرور ملے گی۔

حمید: میں نے سامان نور کی دوکاں پر رکھا ہے۔ ابھی میں جاتے ہوئے آپ کے ہاں رکھ دوں گا۔ پھر کوئی اچھا سا کاروبار شروع کروں گا۔

ساجا: نور کو بھی ساتھ لے جانا۔

حمید: ٹھیک ہے امی جان۔

سین ختم

گھر کا سیٹ

(چھوٹے بچے کے رونے کی آواز)

نور: یہ تو چپ ہی نہیں کرتا۔ یہ تو تم پر گیا ہے۔ دن بھر تیری طرح روتا رہتا ہے۔

حمید: میں کب روتا ہوں۔ نین نقش تو آپ پر گئے ہیں۔

نور: جب ماں کو دیکھنے اسپتال جاؤ گے تو راستے سے آپ اس کے لئے دودھ کا ڈبہ لے آنا۔

حمید: ٹھیک ہے۔ میں لے آؤں گا۔

نور: باہر یہ زور زور سے کیسی باتیں ہو رہی ہیں۔

حمید: کچھ لوگ سامان لے کر آنگن کی اور آ رہے۔

نور: کون ہیں یہ لوگ۔ ذرا دریافت کرلو۔

ایک آدمی اسٹیج کی طرف آ رہا ہے

(تھوڑی دیر بعد)

حمید: آپ راستہ بھول تو نہیں گئے۔

ایک آدمی: نہیں جناب یہ انجینئر صاحب کا مکان ہے نا۔

حمید: ہاں وہ تو ہے۔

آدمی: ہم نے ان سے ان کا حصہ خرید لیا ہے۔

نور: ہائے اللہ۔ یہ کیا کیا ریاض نے۔

حمید: مگر اس نے کچھ بتایا نہیں۔

آدمی: جی وہ سیما جی کے ساتھ شہر سے باہر جا رہے ہیں۔ آپ یہ کاغذ دیکھ لیں۔

نور: یہ صحیح ہوگا۔ ہماری قسمت ہی ایسی تھی۔ ان کو آپ کیسے روک سکتے ہیں۔ آپ جاؤ اور امی جان کو دیکھ لو۔ تبھی تو یہ مکار چند دنوں سے ماں کی خوب تیمارداری کر رہا تھا۔ جاؤ اس کے پاس کوئی نہیں ہوگا۔

سین ختم

اسپتال کا سیٹ

(اسپتال کا شور)

حمید: ماں یہاں ریاض آیا تھا کہ نہیں۔

ساجا: نہیں وہ آج نہیں آئے گا۔

حمید: کیوں۔

ساجا: وہ کہیں جا رہا ہے۔

(دروازے پر دستک)

حمید: آؤ ڈاکٹر صاحب آؤ۔ Please یہاں سے آیئے۔

ڈاکٹر: آج ہم آپ کا ڈسچارج کارڈ بنا دیتے ہیں۔

ساجا: بہت اچھا۔

ڈاکٹر: مگر دوائی روزانہ اپنے وقت پر لیتے رہنا۔

حمید: اچھا ہے ڈاکٹر صاحب۔ ہم ان کو لے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر: شوق سے۔

گھر کا سیٹ:

(تھوڑی دیر بعد)

نور: عائشہ! آپ ذرا دیکھو دروازے پر کون ہے۔

عائشہ: جی ٹھیک ہے۔ میں ابھی دیکھ کر آتی ہوں۔

عائشہ: (تھوڑی دیر بعد خوشی سے)............نور امی جان اور حمید صاحب آرہے ہیں۔

نور: جاؤ اوپر والا کمرہ صاف کرو۔

عائشہ: جی اچھا۔ آپ اپنی جگہ پر لیٹی رہو۔

نور: میں اٹھنا چاہتی ہوں۔ میں سو سو کے تھک گئی۔

عائشہ: میں امی جان کو اوپر ہی لے جاؤں گی۔

نور: ٹھیک ہے۔

سین ختم

گھر کا سیٹ:

(بچے کے رونے کی آواز)

حمید: نور.....نور۔ تم کہاں ہو۔

ساجا: وہ شاید دُوکان پر گئی ہے۔

حمید: دُوکان پر تو صبح چلی گئی تھی۔

ساجا: پھر اسکول گئی ہو گی۔

حمید: دو ہی جگہوں پر میری محترمہ ملتی ہیں۔ دُوکان یا اسکول...... یہ بچہ اس کے لئے تڑپ رہا ہے۔

ساجا: آؤ مجھے دے دو نور کے لال کو۔ میں دیکھوں گی۔

نور کمرے میں داخل ہوتی ہے۔

نور: میں دُوکان پر نہیں جاؤں گی تو کیا کھاؤں گی اور اسکول میری زندگی ہے۔ مجھے اسکول کسی بھی حالت میں چلانا ہے۔

حمید: نور تم فیصلہ کر لو۔ ہماری زندگیاں ایسے نہیں چل سکتی۔ تم کو فیصلہ کرنا ہی ہو گا۔

نور: میں نے کیا فیصلہ کرنا ہے۔ فیصلہ تم نے کرنا ہے۔ پہلے بھی فیصلے تم نے کئے ہیں (آہ بھرتے ہوئے)...... ہمارے فیصلے تو مرد ہی کرتے ہیں۔

حمید: امی جان تم اس کو سمجھاؤ۔ بار بار یوں لڑنا اچھا نہیں لگتا۔

ساجا: تم دونوں یونہی لڑائی میں پوری زندگی ختم کروگے۔

نور: نہیں ماں۔ اس کو معلوم ہے کہ میں کام بند نہیں کر سکتی اور اسکول بھی نہیں چھوڑ سکتی پھر بھی......

حمید: تم کو یہ دونوں بند کرنے ہی پڑیں گے۔ نہیں تو ہم دونوں الگ ہو جائیں گے

سین ختم

ریاض اسٹیج پر داخل ہوتا ہے:

(سیڑھیوں پر کسی کے چڑھنے کی آواز)

ساجا: نور ذرا دیکھو اوپر کون جا رہا ہے۔

نور: ٹھیک ہے دیکھتی ہوں......کون ہے......کون ہے......

ریاض: میں ہوں۔

نور: اب کیا کرنے آئے ہو۔ تم نے تو اپنا حصہ بیچ دیا۔

ساجا: تو یہ پھر صحیح ہے تم نے اپنا حصہ بیچ دیا۔

نور: پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا حصہ کون سا تھا۔ تم نے کون سے ٹکے خرچ کئے۔ تم کس منہ سے عدالت گئے۔

ریاض: مجھے ان فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے ۔میں صرف ان لوگوں کو اپنے حصے کا قبضہ دلانے آیا ہوں۔

ساجا: تم کیوں اس کے منہ لگتی ہو۔یہ تو مکمل طور پر جورو کا غلام نکلا۔تم نے کیا نہیں کیا اس کے لئے ۔اس کو پڑھایا۔انجینئر بنایا۔اس کو تم نے نشے کی دلدل سے نکالا ۔اور یہ کتے کی دم......نور اس کو کہہ دو کہ میری نظروں سے اوجھل ہو جائے۔میں خود کو کئی بار سمجھا چکی ہوں کہ میں بانجھ ہوں۔لڑکا جننے کے بعد بھی میں بانجھ رہی۔

نور: ماں یہ تو پھر بھی تمہارا بیٹا ہے۔اس کو معاف کرو۔ماں اس کو روکو یہ جا رہا ہے

ساجا: جانے دو۔میرا بیٹا میرے سامنے کب کا مر گیا ہے۔

سین ختم

بازار کا سیٹ

کیلے لے لو...... کیلے لے لو......لالچوک......لالچوک......

نورا کیلی جا رہی ہے سیٹ پر:

عائشہ: نور باجی۔نور باجی۔

نور: کون ہے۔کون بلا رہا ہے۔

عائشہ: نور باجی میں ہوں۔

نور: ہاں عائشہ......کیا بات ہے۔

عائشہ: نور باجی! حمید صاحب دوکان پر آئے تھے۔آپ کے لئے یہ چھٹی چھوڑ دی ہے

نور: ٹھیک ہے۔آپ کہاں جارہی ہو۔

عائشہ: جی آج تھوڑی جلدی ہے۔گھر کچھ مہمان آرہے ہیں۔

نور: خداحافظ۔

گھر کا سیٹ:

(تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک)

ساجا: (مرجھائی سی)......کون ہے۔

نور: میں ہوں ماں۔تم ٹھیک ہونا۔

ساجا: نہیں ٹھیک نہیں ہوں۔میں گر رہی ہوں۔مجھ سے سنبھالا نہیں جا رہا ہے۔

نور: رکو ماں۔میں تم کو گود میں لیتی ہوں۔

ساجا: ہاں تم مجھے گود میں لے لو۔تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔

نور: حمید کی چھٹی......اس نے مجھے طلاق دیا ہے۔

ساجا: طلاق......

نور: (روتے ہوئے)......ہاں ماں لکھا ہے میں تم کو اس لئے طلاق دے رہا ہوں کہ تم......(نور رک جاتی ہے اور سسکتی ہے)۔

ساجا: اور کیا لکھا ہے۔

نور: لکھا ہے کہ ماں......وہ میری بیٹی بھی لے جائے گا۔

ساجا: تم کیا کروگی نور۔تم تو بالکل اکیلی ہو جاؤ گی۔نور میں بھی جا رہی ہوں تمہارے ابا کے پاس۔

(ساجا نور کی گود میں)

نور: (پرُ اعتماد آواز میں)......میں اکیلے نہیں رہوں گی۔میں اکیلی کیوں رہوں گی۔میرے پاس سب کچھ ہے۔میرے پاس دوکاں ہے۔جہاں میری بہنیں میرے کئی بھائی کام کرتے ہیں۔اپنی روزی روٹی کماتے ہیں۔میرا بھائی مجھ سے الگ ہوا تو کیا ہوا وہ لوگ تو ہیں۔میرے پاس اسکول ہے۔جس میں بستی کے بچے پڑھتے ہیں۔میری اپنی بچی اپنے پاس نہیں تو کیا۔وہ بچے تو ہیں۔

ساجا: نور اپنے ہاتھ سے پانی پلا کر مجھے سلا دے۔تو میری بیٹی نہیں بیٹا ثابت ہوئی۔تو ہمارے گھر کا نور تھا اور آگے بھی تو ہمارا نور ہی رہے گا۔

نور: خدا حافظ ماں......اب میں نئی زندگی کا خوش آمدید کروں گی اب میں اور لوگوں کے لئے جی لوں گی۔خدا حافظ ماں......خدا حافظ ......خدا حافظ۔

مگر ماں ایک بات کہہ دوں۔میں راستے سے اٹھائی ہوئی لڑکی ہوں جس کو ڈھول میں مرنے کے لئے چھوڑا گیا میں اسی سڑک پر کہیں رہ لوں گی، کہیں بھٹک جاؤں گی۔مگر ماں اب کوئی اَبا نہیں آئے گا۔مجھے اپنے گھر لے جانے کے لئے، مجھے پیار کرنے کیلئے مگر ماں میں اب بے سہارا نہیں ہوں میں اپنے جیسے لوگوں کو سہارا دوں گی۔

الوداع میری ماں...........الوداع

پردہ گرتا ہے

پاسک در

کردار

۱۔ ایک آواز

۲۔ دُوسری آواز

۳۔ تیسری آواز

۴۔ چور

۵۔ پاسک در

۶۔ بٹ صاحب

۸۔ پنڈ تانی

۹۔ لڑکا

۱۰۔ بہو

۱۱۔ آدمی نمبر ایک

۱۲۔ آدمی نمبر دو

۱۳۔ بچہ

۱۴۔ ایک لڑکی

(بازار کا سین)

(اس سین کیلئے صرف آواز سے کام لے سکتے ہیں)

ایک آواز: کیلے ۔ کیلے ۔12 رُوپیہ درجَن ۔20 کے دو درجن ۔ کیلے ۔ کیلے۔

دوسری آواز: لال چوک، لال چوک

تیسری آواز: آج کی تازہ خبر۔آج کی تازہ خبر۔

خون ریز جھڑپوں میں دس افراد ہلاک۔ کئی زخمی۔ کل ہڑتال رہے گی۔

پہلی آواز: کیلے۔ کیلے۔

دوسری آواز: درگاہ۔ درگاہ۔ نوہٹہ

تیسری آواز: آج کی تازہ خبر۔کل ہڑتال رہے گی۔

خون ریز جھڑپوں میں کئی لوگ ہلاک۔ درجنوں زخمی۔

ایک آدمی بھاگتا ہوا۔ ہانپتا ہوا۔

ایک وِنگ سے سٹیج پر آجاتا ہے۔

(مکان کے برآمدے کا سیٹ ۔اس برآمدے پر جالے پڑے ہوئے۔ایک بند کھڑکی اور ایک بڑا دروازہ۔ دروازے پر لگا ایک بڑا تالا)

آدمی: یہاں پر بھی تالا۔ اس محلے کو کیا ہُوا ہے۔؟ ہر گھر پر تالا لگا ہے۔ یہ لوگ کہاں چلے گئے ہیں۔ اِس محلے میں شاید قحط پڑ گیا ہے۔ تبھی تو یہاں پر خُدا کا ایک بھی بندہ نظر نہیں آتا۔ مگر ماں کہتی تھی کہ جب وہ چھوٹی تھی تب کشمیر میں قحط پڑا تھا۔ مجھے بھی یاد نہیں کب یہاں پر قحط پڑا۔ نہیں نہیں کوئی دوسری وجہ ہوگی شاید یہاں کوئی بیماری پھیل گئی ہوگی۔ ہوسکتا ہے۔ طاعون۔ نہیں نہیں۔۔۔۔ مگر کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ خیر چھوڑو۔ مُجھے بڑی پیاس لگی ہے۔ وہاں پر ایک نل ہے۔ تھوڑا سا پانی پی لوں۔ اب وہاں چلتا ہوں۔

(نل کھولنے کی کوشش کرتا ہے)

مگر اِس میں پانی کیوں نہیں آتا۔

(اس نے نلکے کی پائپ کو دیکھا)

اس کی تو پائپ ہی غائب ہے۔ میرے کسی بڑے دوست کا کام لگتا ہے۔۔۔ خیر جہاں اتنے ہزار پیاسے سو جاتے ہیں وہاں رمضانہ بھی ایک رات پیاسا سو گیا تو کیا ہوا:۔

تھوڑی دیر کے بعد

دُور سے اذان کی آواز

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

رمضانہ:۔ یہ شاید عشاِ کی اذان ہے یا مغرب کی اذان ہوگی۔ یہاں پر تو اتنا دھندلا دکھائی دیتا ہے کہ میں ٹھیک ٹھیک اندازہ ہی نہیں کر پاتا کہ کیا بجا ہوگا؟ بھوک بھی بہت ہے مگر کیا کیا جائے۔ پانی نہیں ملتا تو کھانا کہاں سے ملے گا۔۔ یہاں سے باہر جانا چاہیئے۔ بھوک بہت لگ رہی ہے۔

(وہ تھوڑی دُور تک چلتا ہے کِہ باہر سے آواز آتی ہے۔)

آواز:۔ شہر میں تناؤ کے مدنظر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے شہر سرینگر کے میونسپل حدود میں کرفیو نافذ کیا گیا ہے۔ ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی فرد سڑک پر یا گھر سے باہر نہ نکلے۔

(رمضانہ ایک دم واپس لوٹتا ہے۔)

رمضانہ:۔ باہر تو سڑکوں پر اب فوج گشت کر رہی ہے۔ بھوک تو لگ رہی ہے مگر اگر فوجیوں نے پکڑا، پٹائی کر کے میری حالت پتلی کر دیں گے۔ میں تو بُری طرح پھنس گیا۔ ماں انتظار کر رہی ہوگی۔ سوچ رہی ہوگی۔ سوچ رہی ہوگی کِہ رمضانہ مزدُوری لائے گا۔۔۔۔ وہ کل سے بھوکی ہے۔۔۔۔۔ پڑوسیوں کو دِکھانے کے لئے چُولہہ تو روز جلاتی ہے مگر پانی گرم ہونے کے بغیر کوئی چیز چُولہے پر نہیں بنتی۔ پچھلے ماہ میں نے رزاق شاہ کی دُوکان توڑی تھی،

پرسُوں تک وہ چاول کام آئے.........کبھی کبھی مجُھے اپنے آپ پر شرم آتی ہے۔۔۔۔۔زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔

رمضانہ:۔(تھوڑا چلنے کے بعد)

مگر آج رات تو یہیں کاٹنی ہوگی۔مگر کہاں پر لیٹوں۔یہاں تو ہر مکان میں کتوں کے پاخانے کی بدبو آرہی ہیں۔ ہاں اِس جگہ۔۔۔یہاں پر آرام کرنا ٹھیک رہے گا۔

اُس نے کہیں سے ایک بوری ڈھونڈ لائی اور اُس پر لیٹ گیا۔

(بیک گروونڈ میں کوئی نیند سے متعلق گیت بجتا ہے)

(کُچھ دیر بعد رونے کی آوازیں فضا میں لہرانے لگیں)

ایک آواز:۔او۔او۔او۔او

اومیرے بٹ صاحب آپ کہاں ہو۔

او۔او۔او۔او بٹ صاحب آپ کہاں ہیں۔

مجھے چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے۔

او میرے بٹ صاحب تُمہاری بہت یاد آتی ہے۔راجا کو دیکھے بہت دیر ہوئی۔منی کی مسکراہٹ کئی برسوں سے نہیں دیکھی۔ کھانے پر انتظار کرتے ہُوئے گھر کی مالکن کو دیکھے عرصہ ہوگیا۔

او۔او۔او۔او۔او

رمضانہ ایکدم جاگ گیا۔ پریشان ہوکر
وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

او۔او۔او۔او۔او۔او۔

(رمضانہ ایک طرف دوڑا پھر دوسری طرف دوڑا مگر اُس سے کوئی
بھی دِکھائی نہیں دے رہا تھا)

(اب وہ کان لگا کر سننے لگا۔ پہلے وہ کھڑکی کے پاس گیا۔ پھر
دروازے۔ یہاں پر اُس کو لگا کہ آوازیں اِس دروازے کے اندر
سے آرہی ہیں۔)

رمضانہ:۔(زور سے) ارے بھائی کون ہے کیوں رو رہے ہو۔ میری نیند
خراب کررہے ہو۔ سوجاو۔ رات بہت ہوگی ہے۔
(آوازیں بند نہیں ہورہی تھیں)

رمضانہ:۔ارے بھائی سُنو تم کون ہو اور کیوں رو رہے ہو۔
(ابھی ابھی رونے کی آوازیں آرہی تھیں)

(اندر سے آواز آتی ہے)

آواز : ارے بھائی میں اِس گھر کا مالک ہوں۔

رمضانہ: گھر کا مالک

آواز:۔ جی ہاں گھر کا مالک

رمضانہ:۔ پھر گھر میں بند کیوں ہو۔؟

آواز:۔ وہ مالک نہیں......

(رمضانہ ایک کونے کی طرف جا کر خود سے کہتا ہے)

رمضانہ:۔ (خود سے) شاید کوئی پاگل بند پڑا ہے۔

آواز:۔ ارے بھائی میں اِس گھر کا مالک...... گھر دیوتا ہوں۔

رمضانہ:۔ گھر دیوتا کا مطلب کیا ہے؟

آواز:۔ تم کیوں نہیں سمجھ پاتے۔ ارے بھائی کشمیر کے ہر ایک گھر میں اُس کا ایک مالک فرشتہ رہتا ہے۔ ہندو لوگ اُس کو گھر دیوتا کہتے ہیں۔ جب کہ مسلمان اُس کو پاسک در کہتے ہیں اسی طرح میں اس گھر کا پاسک در ہُوں۔

رمضانہ:۔ پاسک در، گھر دیوتا، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

آواز:۔ ارے بھائی تم نے نکیر اور منکر کے بارے میں سُنا ہے۔

رمضانہ:۔ ہاں ہاں مولوی صاحب ایک دن کہہ رہے تھے کہ نکیر آدمی کے اچھے کام..........اور منکر بُرے کام لکھتا ہے نہیں نہیں منکر برے کام اور نکیر اچھے کام لکھتا ہے۔

اس میں بہت progling ہے .... خیر تم بتا و اندر کیسے پھنس گئے۔

آواز:۔ ارے بھائی اُس رات کو کرفیو لگا ہُوا تھا۔ گھر کے سارے آدمی، بٹ صاحب، پنڈتانی، اُن کا بیٹا، بہو سبھی پریشان تھے، وہ سامان باندھ رہے تھے۔ (Spot light On Flash back)

(ایک کمرے کا اندرونی سیٹ کچھ سامان، صندوق، بستر وغیرہ ایک مرد، ایک عورت بیٹھے ہوئے اور کچھ سامان، صندوقچے بندھے ہوئے)

بٹ صاحب:۔ (اپنی بیوی کی اور) تم نے اپنا ضروری سامان باندھ لیا۔ زیادہ سامان باندھنے کی ضرورت نہیں۔ ایک دو مہینے کی بات ہے۔ سردی کے مہینے نکل جائیں گے تو ہم واپس لوٹ آئیں گے۔ بہو سے بھی کہہ دو زیادہ سامان باندھنے کی ضرورت نہیں۔

لڑکا:۔ ڈیڈی، مُجھے لگتا ہے کہ میں اپنی ساری سرٹیفکیٹیں ساتھ ہی رکھ لوں۔

بٹ صاحب:۔ کس لئے۔

لڑکا:۔ یہاں پر تو نوکری ملنے کے کم مواقع ہیں، باہر بہت ساری پرائیویٹ کمپنیاں ہیں۔ کسی پرائیویٹ کمپنی میں انٹرویو وغیرہ دُوں گا۔

بٹ صاحب:۔ رکھ لو مگر مُجھے نہیں لگتا کوئی خاص ضرورت پڑے گی۔

پنڈتانی:۔ میں ٹھاکر جی کے کمرے سے ٹھاکر جی کو بھی اُٹھا لائی ہوں۔

بٹ صاحب:۔ نہیں نہیں اُس کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹانا۔ کچھ ہی دنوں کی تو بات ہے پھر ہمارے پاس اتنا وقت ہی کہاں کل صُبح ہی گاڑی باہر لگی ہوگی۔

بہو:۔ میں نے سنا ہے کہ ہمارے پڑوسی کل صُبح ہی نکل گئے تھے۔

لڑکا:۔ وہ لوگ نکل گئے۔ تعجب ہے ہمیں بتایا ہی نہیں۔

بہو:۔ یہاں کون کس کو بتاتا ہے۔ ایک تم ہو اپنے گھر کی بات بازار میں سنا دیتے ہو۔

بٹ صاحب:۔ تم لوگ اب پھر سے شروع مت ہو جاؤ اور جلدی سے سامان باندھنے کی کوشش کرو کہ کم جگہ میں سارا سامان آجائے۔

(Spot Ends)

گھر دیوتا:۔ میں پوری رات جاگ رہا تھا اور گھر پر ہر ایک طرف سے، باہر اور اندر سے نظر رکھ رہا تھا۔

(spot light پھر سے)

بٹ صاحب:۔ گاڑی آگئی ہے۔ تم سب لوگ میری بات دھیان سے سُنو۔ آج تک ہم ایک گھر میں بہت پیار سے رہے۔ آج ہم ایک انجانی منزل کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ

کب ہم واپس آہیں گے۔ ایسا لگتا تو ہے کہ ہم دوایک مہینے میں ہی واپس آجاہیں گے۔ پھر بھی ہم بھگوان سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ آنے والے وقت میں بھی ہم پیار سے رہیں۔ اور ہم جب تک واپس آئیں تب تک بھگوان ہمارے اس گھونسلے کی حفاظت کرے۔

پنڈتانی:۔ نہیں معلوم پھر کب یہاں واپس آئیں گے۔

(پیچھے کی اور دیکھتے ہوئے۔ کاندھے پر سامان اُٹھائے ہوئے۔ ایک ہاتھ میں اٹیچی صندوق وغیرہ۔)

سیٹ پر اندھیرا

آواز گھر دیوتا کی:۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ میری ساری زندگی کی رکھوالی بے کار ہو جائے گی۔ وہ لوگ نکل چکے تھے اور میں سوتا رہا۔

رمضانہ:۔ پھر کیا ہوا؟

گھر دیوتا:۔ میری چھوٹی سی نیند کے دوران مجھ سے بڑی غلطی ہو گی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ بٹ صاحب اور اس کے سبھی گھر والے نکل چکے تھے۔ گھر بے جان ہو گیا تھا۔ کیوں نہ ہوتا۔ اس کی روح ہی نکل گئی تھی۔ میں گھر میں پاگلوں کی طرح انہیں ڈھونڈتا رہا مگر وہ سبھی لوگ نکل گئے تھے۔ میں نے انہیں کئی بار

آوازیں دیں مگر میری آواز میں وہ طاقت کہاں تھی کہ وہ میری گزارِش سُن لیتے۔ وہ لوگ مجھ سے بہت دور نکل چکے تھے۔ میں نے یہ دروازہ توڑنے کی کئی بار کوشش کی مگر میرے بازوں میں وہ طاقت ہی نہیں کہ میں اِس دروازے کوتوڑتا۔ اس دن سے میں اِس دروازے کے ساتھ پڑا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی دن آئے گا اور مجھے اِس گھر سے آزاد کرے گا۔ اس کی حفاظت کرے گا تب تک جب تک کہ میں بٹ صاحب کو واپس اس گھر میں نہ لاؤں۔

رمضانہ:۔ آپ کی کہانی تو کافی دکھ بھری ہے۔ مگر میں اِس میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں۔

گھر دیوتا:۔ تم میری بڑی مدد کر سکتے ہو۔ تمہاری باہوں میں بہت طاقت ہے۔ یہ دروازہ کیا تمہارے بازوتو وقت کے قید خانوں کو کھول کر انسانیت کو آزاد کر سکتے ہیں۔

رمضانہ:۔ ان بازوں میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنے لئے دووقت کی روٹی کما سکے۔ یہ وقت کے قید خانوں کو کیسے کھول سکتے ہیں؟

گھر دیوتا:۔ تم اس دروازے کے تالے کوتوڑ دو مجھے آزاد کردو۔ میں تمہارا عمر بھر احسان مندر ہوں گا۔

رمضانہ:۔ مگر میں کس طرح تم کو آزاد کرسکتا ہوں ۔تم تو جن ہو۔ میں تو جنوں سے بہت ڈرتا ہوں ۔ میری ماں بتاتی تھی کہ جن ہم آدمیوں کو بہت تنگ کرتے ہیں۔

گھر دیوتا:۔ ارے بھائی میں جن نہیں ہوں۔ پاسک در ہوں۔

رمضانہ:۔ تم جو بھی ہو بھائی ۔ میں اپنے آپ کو مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔ میں صرف ایک رات یہاں رُکنا چاہتا ہوں ۔کل سویرے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔

گھر دیوتا:۔ میں تو تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں تو صرف ایک آواز ہوں ایک ہوا کا جھونکا ہوں جس میں چھونے کی بھی طاقت نہیں۔ میرے دوست میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔

رمضانہ:۔ میرا پیچھا کرنے والے پولیس والے بھی یہی کہتے ہیں کہ آپ کا کوئی نقصان نہیں کریں گے۔ مگر پکڑ کر تھانے میں میرے حالت پتلی کر دیتے ہیں میں نے کئی بار یہ رسک (RISK) اُٹھایا ہے۔ مگر اب نہیں اُٹھا سکتا۔

گھر دیوتا:۔ میرے دوست مجھ پر یہ احسان کرو۔ میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔

(اتنی دیر میں دو آدمی ایک سیڑھی ہاتھ میں لے کر ایک ونگ سے

اسٹیج پر آتے ہیں اور دوسرے ونگ سے نکل جاتے ہیں۔)

گھر دیوتا:۔ رمضانہ تم چپ کیوں ہوئے۔

رمضانہ:۔ دو لوگ ایک سیڑھی لے کر اُس سامنے والی مکان کی دوسری منزل میں گئے ہیں۔

گھر دیوتا:۔ یہ تو یہاں ہر رات کو ہوتا ہے۔

رمضانہ:۔ کیا ہوتا ہے یہاں ہر رات کو۔

گھر دیوتا:۔ ہر رات دو یا تین لوگ آتے ہیں۔ ایک سیڑھی ایک مکان کے ساتھ لگا لیتے ہیں اور اس میں سے سامان نکال لیتے میں۔ یہ لوٹ تو کئی برسوں سے چل رہی ہے۔ ہر رات کوئی نہ کوئی گھر لٹ جاتا ہے۔

رمضانہ:۔ یہ تو میرے سے بھی بڑے چور ہیں۔ میں تو لوگوں کے جیب لوٹتا ہوں۔ یہ تو گھر لوٹتے ہیں۔ اگر یہ لوگ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں گے، میں تو آسانی سے جنّت میں جا سکتا ہوں۔

گھر دیوتا:۔ کون جنت میں جاتا ہے۔ اور کون جہنم میں۔ یہ تو ایک عجیب و غریب سوال ہے۔

رمضانہ:۔ چپ ہو جاؤ۔ وہ لوگ واپس لوٹ کر آ رہے ہیں۔

(دو بوریاں ونگ سے کھینچتے ہوئے)

(دولوگ اسٹیج پر آجاتے ہیں)

ایک آدمی:۔تم تو بہت لالچی ہو۔سارا قیمتی اوراچھا سامان اپنے لئے رکھتے ہو، میرے لئے یہ گھٹیا سامان۔

دوسرا آدمی:۔میں تم سے بڑا ہوں اور یہ ترکیب بھی میری ہی تھی۔

پہلا آدمی:۔مگر میری مدد کے بغیر تم یہ سب سامان نیچے نہیں لا سکتے تھے۔

دوسرا آدمی:۔اچھا تو یہ والی چیز رکھ لے۔بڑی خوبصورت ہے۔

پہلا آدمی:۔مگر یہ تو زیادتی ہے،تم سارا اچھا سامان رکھ لیتے ہو۔

دوسرا آدمی:۔زیادہ چھپٹ چھپٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔آگے سے میں آپ کو اپنے ساتھ نہیں لے آؤں گا۔

پہلا آدمی:۔ٹھیک ہے بھائی۔تم بڑے ہو،تم جو کہتے ہو وہی کریں گے ناراض نہ ہو۔

(دونوں آدمی ونگ سے نکل جاتے ہیں)

رمضانہ:۔یہ لوٹ کب تک جاری رہے گی۔

گھر دیوتا:۔جب اِن لوگوں کی بُھوک ختم ہو جائے تب ہی یہ لُوٹ بھی ختم ہو جائے گی۔

رمضانہ:۔جن تم نے کبھی چوری کی ہے۔

گھر دیوتا:۔نہیں۔

رمضانہ:۔ کیوں جھوٹ بول رہے ہو۔ دنیا میں کوئی ایسا آدمی نہیں جس نے کبھی چوری نہیں کی ہوگی۔

گھر دیوتا:۔ سچ میں میں نے کبھی بھی چوری نہیں کی، مجھے چوری کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

رمضانہ:۔ کبھی بچپن میں بھی نہیں۔

گھر دیوتا:۔ نہیں بچپن میں بھی نہیں۔

رمضانہ:۔ جن، تم تو پھر صالح مسلمان ہو۔

گھر دیوتا:۔ ہم لوگوں میں ہندو مسلمان کا کوئی بھید بھاؤ نہیں ہوتا ہے۔

رمضانہ:۔ مگر کہتے ہیں کہ دنیا کے لئے یہ بھید بھاؤ، مذہبوں کے نام پر لوگوں کی تقسیم ضروری ہے۔

گھر دیوتا:۔ مجھے نہیں لگتا کیونکہ جب سے یہ کشمیر وجود میں آیا ہے۔ تب سے میں کشمیر کے کسی نہ کسی گھر کی رکھوالی کرتا آ رہا ہوں۔ میں بودھوں کے گھر میں رہا۔ میں نے اچھے ہندو اور اچھے مسلمان میں کوئی خاص فرق نہیں دیکھا۔

رمضانہ:۔ فرق کیوں نہیں ہوتا۔ اگر فرق نہیں ہوتا تو پھر یہ مسجدیں کیوں، یہ مندر کیوں۔ ان جگہوں پر یہ فساد کیسے؟

گھر دیوتا:۔ مسجد اور مندر میں کوئی خاص فرق نہیں۔ دونوں گھروں میں خدا یا ایشور رہتا ہے۔

رمضانہ:۔ایسی باتوں کو پتہ کیا کہتے ہیں؟

گھر دیوتا:۔ مجھے معلوم ہے ایسی باتوں کو کیا۔۔۔۔(اتنے میں)

(ایک وِنگ سے دو آدمی اور ایک لڑکی روتے ہوئے سٹیج پر آتے ہیں اور دوسرے وِنگ سے گزر جاتے ہیں۔ جوں جوں لڑکی وِنگ کے اندر گھس جاتی ہے رونے کا آوازیں اور بڑھ جاتی ہیں)

رمضانہ:۔ یہ کون رو رہا ہے۔

گھر دیوتا:۔ یہ ہماری عزت رو رہی ہے۔

رمضانہ:۔ یہ کوئی عورت رو رہی ہے۔

گھر دیوتا:۔ یہ رونے کی آوازیں یہاں ہر رات لہراتی ہیں اور پھر صبح کی دھندلی روشنی میں کھو جاتی ہیں۔

رمضانہ:۔ مگر یہ عورت کیوں رو رہی ہے۔

گھر دیوتا:۔ تم بڑے بھولے ہو۔ایک عورت کب روتی ہے۔

رمضانہ:۔ جب اس کا کوئی مر جائے یا اس کو کوئی دکھ پہنچے۔

گھر دیوتا:۔ ہاں یہ عورت یا تو یتیم ہوئی ہے یا بیوہ یا اس کے جواں بیٹے کو قبر نگل گئی ہے یا۔۔۔

رمضانہ:۔ یا پھر اُس کی عزت کو ٹھیس لگی ہے۔او۔ہو۔

گھر دیوتا:۔ تم نے تو فقط ایک دیکھی، میں نے تو کئی ہزار دیکھی ہیں۔ مگر اس

کو غلط فہمی ہے۔

رمضانہ:۔ کیا غلط فہمی؟

گھر دیوتا:۔ یہی کہ اُس کی فریاد کو قاتل سن لے گا۔

رمضانہ:۔ تیری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں ۔۔۔ اس محلے میں ہر رات کوئی نہ کوئی عورت روتی ہے۔

گھر دیوتا:۔ میرے دوست میں تمہیں کیا بتاؤں؟

میرے کانوں نے یہاں کس کس کو روتے نہیں سُنا ہے۔ اس محلے کی فضا میں لڑکیوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کی لاشوں سے لہو بہا ہے۔ یہاں دُلہنوں کے مہندی والے ہاتھوں پر دولھوں کے خون سے رنگ دئے گئے۔ ماؤں کے ہاتھوں میں بیٹوں کے سر تھامے گئے۔ یہاں کے باپ داُدوں نے اپنی آنے والی نسلوں کو خود اپنے ہاتھوں سے دفنایا ہے۔ یہاں کی فضا اتنی آلودہ ہے کہ ایک ایک سانس آدمی کے سینے میں خنجر ڈبوتی ہے میں تو اس بستی میں اس آلودگی کا مریض بن گیا ہوں، میں نے دیواروں سے سر ٹکرایا کئی بار خدا سے سوال کئے۔ بھگوان سے دعا کی مگر جب بھی میں دعا کے لئے ہاتھ اوپر کرتا، میرے ہاتھوں میں ہماری غلطیوں کی کالک آجاتی ہے۔ میری دعاؤں میں اثر ہی نہیں۔ مجھے لگتا

ہے کہ میرے لفظ بے معنی ہو گئے ہیں میرے لئے میرا خدا بہرا ہو گیا ہے۔ وہ نہیں سنتا۔ وہ نہیں سنتا۔ میری نہیں سنتا۔ (روتے ہوئے)

رمضانہ:۔ ارے چپ ہو جاؤ۔ وہ لڑکی واپس آ رہی ہے۔

(لڑکی کے بال کھلے ہوئے اور وہ ونگ سے آ کر دوسرے طرف ونگ میں گھس جاتی ہے)

(تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے)

رمضانہ:۔ ارے رجن بھائی کوئی تو بات کرو۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ لگتا ہے اس بستی میں موت نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہر ایک گھر کی ہر ایک اینٹ سے موت اپنی جیب نکال کر میرے اور دوڑ رہی ہے۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ ان کالی کالی جیبوں سے خون ٹپک رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اس بستی کے آسمان سے خون کی بارش ہو رہی ہے۔ میں اپنے بدن پر خون کے دبے محسوس کر رہا ہوں یہ خون جمع ہو رہا ہے۔ اس خون کی سطح میرے گھٹنوں تک پہنچ گئی۔ مجھے لگتا ہے کہ میں خون میں ڈوب جاؤں گا۔ ارے رجن بھائی مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں اِس خون کی باڑھ میں بہہ جاؤں گا۔ یہ خون کا سیلاب مجھے ڈبو لے جائے گا۔ میں اِ

س خون میں رنگنا نہیں چاہتا ہوں۔ ارے کوئی اس بارش کو بند کرو۔ اس باڑھ کو کسی باندھ سے باندھے کوئی۔ میں بہہ رہا ہوں۔ کوئی مجھے بچائے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہُوں ۔ میں اس طرح خون میں لت پت ہوکر ایک لاوارث موت نہیں مرنا چاہتا ہوں۔ ہے کوئی۔ ہے کوئی۔

گھر دیوتا: ۔ارے رمضانہ۔ اور مضانہ۔

رمضانہ: ۔ ہے کوئی جو اس سیلاب کو روکے۔ اس باڑھ کو کوئی باندھ دے۔

گھر دیوتا: ۔ارے رمضانہ۔ سنو۔

رمضانہ: ۔ دروازے کی اور آ کر۔ ارے جن بھائی۔ تم اندر ہی ٹھیک ہو، باہر مت آو، باہر آؤ گے تو خون کی بارش اور خون کی باڑھ میں بہہ جاؤ گے۔ ارے جن بھائی پڑے رہو اس مکان میں جب تک یہ بارش تھم نہ جائے۔

گھر دیوتا: ۔ یہ بارش اور یہ باڑھ نہیں تھمنے والی۔ مجھے یہاں سے آزاد کرو۔ رمضانہ مجھے یہاں سے آزاد کرو۔ پتہ نہیں بٹ صاحب کیسے ہوں گے۔ بڑی ماں بہت بیمار رہتی تھی۔ ننھے کو اس برس انجینئرنگ کا امتحان دینا تھا۔ ارے رمضانہ میرے کان اُن لوگوں کی آوازیں سننے کے لئے بے قرار ہیں۔ آنکھیں اُن کو دیکھنے

کے لئے ترستی ہیں۔ میری مدد کرو۔ رمضانہ تم میری مدد کرو۔

رمضانہ :۔ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ مجھے ڈر ہے۔ میں ڈرا ہوا ہوں مجھے اجنبیوں سے ڈر لگتا ہے۔ مجھے اجنبیوں کو۔۔۔۔

گھر دیوتا:۔ میں اجنبی نہیں ہوں۔

رمضانہ :۔ مگر جن تو ہو۔ میں مصیبت مول نہیں لے سکتا۔ میں اِس مرگھٹ سے باہر نکل جانا چاہتا ہوں۔ میں تو رات کے اندھیرے میں ہی بھاگ جاتا مگر باہر کرفیو لگ گیا ہوگا۔

گھر دیوتا:۔ مجھے معلوم تھا کہ تم بھی میری مدد نہیں کرسکتے۔ یہ بستی ایسے ہی لوگوں کی ہے یہاں کوئی کسی کی مدد نہیں کرتا۔ اس بستی کا دستور ہی نرالا ہے اس بستی میں ڈرپوکوں کی تعداد کچھ زیادہ ہوگئی ہے۔

رمضانہ :۔ ارے جن بھائی چھوڑو۔ مجھے نہیں لگتا کبھی اس محلے میں کبھی خوشی رہی ہوگئی یا منائی گئی ہوگی۔

گھر دیوتا:۔ یہاں اِس آنگن میں کس طرح خوشیاں منائی جاتی تھیں نغمے گائے جاتے۔ جشن منائے جاتے۔ اس آنگن میں عید کے روَف گائے جاتے۔ میری کانوں میں وہ آوازیں ابھی بھی گونجتی رہی ہیں۔

(عید آیہ رَسہ ءِ رَسہ ءعیدگاہ وسَہِ والے)

Back Ground

(تھوڑی دیر کے بعد)

گھر دیوتا مجھے ابھی بھی یاد ہے جب بٹ صاحب کے بیٹے کی شادی تھی۔جب بڑی بہو گھر آئی

(spot light)

ایک بچہ:۔بڑی بابی۔بڑی بابی۔دُولہن آگئی

(یہ بچہ سارے سٹیج کا چکر لگاتا ہے)

دُولہن آگئی۔دُولہن آگئی۔

(دولڑکیاں دُولہن کو ساتھ لے آتی ہیں۔سٹیج پر پہلے ہی سے موجود بڑی پنڈتانی دُولہن کی آرتی اُتارتی ہیں۔دُولہن کو بچھائے ہُوئے گدے پر بٹھادیتی ہے۔پھر بڑی پنڈتانی دُولہن کے دوپٹے کو اُٹھاتی ہیں۔دُولہن کوئی چیز پنڈتانی کے ہاتھ میں رکھ دیتی ہے۔)

(پنڈتانی بڑی خوش دکھتی ہیں۔پاس ہی بیٹھی لڑکیوں کو کہتی ہے۔)

بڑی پنڈتانی:۔تم چپ کیوں بیٹھی ہو۔کوئی گیت وغیرہ گاؤ۔

ایک لڑکی:۔تم بھی تو بیٹھ جاؤ۔تبھی ہم کوئی گیت شروع کریں گے۔

بڑی پنڈتانی:۔ٹھیک ہے، میں بٹ صاحب سے مل کر آتی ہوں۔

دوسری لڑکی:۔اس نے کوئی خاص گیت آپ کو سنایا ہے۔

بڑی پنڈ تانی:۔ ہنستے ہوئے۔ شرارتی لڑکی ہم نے تو بڑے گیت سیکھے۔ اب
تو دُولہن کو چھوٹے بٹ صاحب سے گیت سیکھنے ہیں۔

تیسری لڑکی:۔ (پنڈ تاتی کا ہاتھ پکڑ کر) وہ تو یہ سیکھ ہی لیں گے۔ پہلے تم تو
بیٹھ جاؤ۔

(سبھی بیٹھ کر گیت گاتے ہیں۔ ہِکٹ وغیرہ کرتے ہیں)

(Spot بند ہو جاتا ہے)

گھر دیوتا:۔ ایسی کئی خوشیاں ۔ ایسے کئی منظر دیکھے کہ عمر بھر نہیں بھولیں
گے۔ (آہ بھرتے ہوئے)

مگر افسوس اب کیا ہو گا؟

رمضانہ:۔ ارے جن بھائی۔ چپ ہو جاؤ کوئی آرہا ہے۔

(دو لوگ بوریوں کو کاندھے پر اُٹھا کر آرہے ہوتے ہیں اور وِنگ
میں گھس جاتے ہیں۔)

ارے جن بھائی یہ کون لوگ تھے؟

آواز:۔ کون لوگ تھے اور اُن کے ساتھ کیا تھا؟

رمضانہ:۔ دو لوگ کون تھے، اُن کے کاندھوں پر کافی بھری بھری بوریاں
تھی۔

آواز:۔ اچھا تو یہ وہ لوگ تھے؟

رمضانہ:۔تم اُن لوگوں کو جانتے ہو۔

آواز:۔ ہاں ان لوگوں کے ساتھ پرانی جان پہچان ہے تم اس محلے کو کل سویرے ہی چھوڑ دینا کیونکہ یہاں معلوم نہیں۔ کب کونسا بارود پھٹ جائے۔ یہ محلّہ بارود کا ڈھیر بن چکا ہے۔

رمضانہ:۔میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ مجھے اس لمبی بات سے کوئی جواب نہیں ملا، وہ کون لوگ تھے۔

آواز:۔ وہ لوگ موت کے ملازم تھے، اُن کے کاندھوں پر موت کے پیغام تھے۔

رمضانہ:۔موت کے پیغام؟

آواز:۔ ہاں موت کے پیغام۔

رمضانہ:۔وہ کیسے؟

آواز:۔ ارے بھولے۔ ان بوریوں میں بارود، گولیاں اور نہ معلوم کیا کیا ہتھیار تھے۔ یہی تو موت کے پیغام ہیں۔ پتہ نہیں کس کے نام یہ پیغام ہونگے۔ کسی تک یہ پیغام اُس کے گھر میں بچوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے ہوئے پہنچ جائے گا، تو کسی کے پاس یہ پیغام سکول کے آنگن میں ملے گا۔ کہیں پر یہ پیغام کھڑکی توڑ کر آئے گا۔ تو کہیوں کو یہ پیغام راہ میں ہی مل جاتے ہیں۔ کئی ہزار کو یہ

پیغام مل گئے ہیں۔ پتہ نہیں اور کتنے ہزار کو یہ ملنے ہیں۔

رمضانہ :۔ خدایا۔ میں کس محلے میں آگیا ہوں ۔ میرے خدا میں توبہ کرتا ہوں۔ آگے سے میں کبھی بھی ایسے محلے کی گلی میں نہیں گھسوں گا۔ خدایا مجھے یہاں سے صحیح سلامت باہر نکال دینا۔ یہ گناہوں کی بستی ہے۔ اس بستی میں صرف گناہ گار رہتے ہیں۔

گھر دیوتا:۔ یہ رات ختم ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سویرا ہو جائے گا۔ تم اس گلی سے واپس چلے جانا، جہاں سے تم آئے۔ میرا کیا ہے، میں یہاں پر ہی پڑا رہوں گا۔ یہ رات ختم ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سویرا ہو جائے گا۔ مگر اس محلے کے لئے سویرا نہیں ہوگا۔ اِس محلے کی کالی رات نہ جانے کب ختم ہوگی۔ سویرا ہو جائے گا۔ تم گھر چلے جانا۔ گھر میں ماں کے پاؤں چوم لینا۔ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ میرا کیا ہے، میں تو یہیں پڑا رہوں گا، ان دیواروں کے ساتھ جن کے ساتھ بٹ صاحب کی یادیں جڑی ہوئی ہیں۔ میری یادیں، عورتوں کی سسکیاں، بارود کی بدبو، یہی میری تقدیر ہے۔ تم گھر چلے جانا۔ بس تھوڑی دیر میں اُجالا ہو جائے گا۔ میرا کیا ہوگا، میں پڑا رہوں گا۔

رمضانہ:۔ جن بھائی۔ مجھے تو تم نے ایک عجیب اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔

آواز:۔ تم کیوں اُلجھن میں پڑے ہو۔ مُجھے اِس قید سے کوئی آزاد نہیں کرسکتا۔

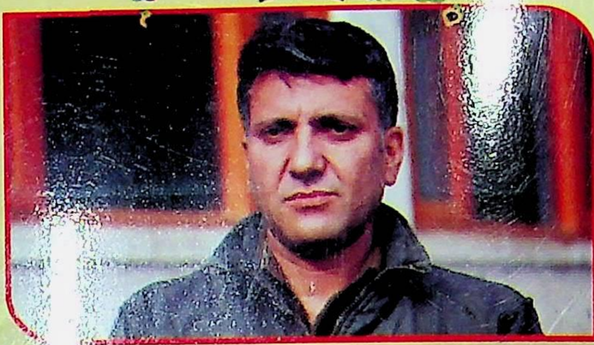
آواز:۔ میں نے اپنی کہانی تم سے پہلے کئی لوگوں کو سنائی ۔ ایک پولیس والے کو سنائی۔ ایک فقیر کو سنائی ۔ ایک فوجی کو سنائی ۔ ایک بزرگ کو سنائی ۔ ایک نوجواں کو بھی سنائی۔

مگر میری فریاد کسی نے نہ سنی ۔ میری فریاد کسی نے نہ سنی ۔ میری فریاد، کون سنے گا۔ اس فریاد کو کون سنے گا۔ رمضانہ، جس کو خدا بھی نہیں سنتا، اُس کی فریاد کو کون سنے۔

(رمضانہ نیند سے جاگ جاتا ہے آنکھیں موندتے ہوئے۔

رمضانہ:۔ یہ خواب تھا یا حقیقت؟

اختتام شدہ



منوج شیری کا جنم ضلع بارہمولہ کے ایک گاؤں [illegible] میں ہوا۔ ابتدائی تعلیم شیری اور فتح گڈھ میں حاصل کی۔ بار[illegible] ڈگری کالج سے گریجویشن کرنے کے بعد انہوں نے جرنلزم میں پوسٹ گریجویشن کی اور بعد میں انگریزی اخبار Daily Excelsior میں ملازمت کی 1994 میں منوج کو Indian Information Services کیلئے چن لیا گیا۔ 2001 میں منوج KAS کا امتحان پاس کر کے جموں و کشمیر پولیس میں بطور ڈی ایس پی تعینات ہوئے اور بعد میں ترقی پاکر SP بنے۔ اب تک منوج نے اُردو اور کشمیری میں کئی ڈرامے لکھے ہیں۔ یہ ڈرامے ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر ہوئے ہیں جبکہ ایک ڈرامہ ابھینو تھیٹر جموں میں بھی کھیلا گیا۔ منوج ایک Theatre Critic بھی ہیں اور اُن کے تبصرے انگریزی اخباروں میں چھپتے ہیں ان کے اردو افسانے ''خوشبوئے کشمیر'' اُن کی پہلی تصنیف تھی۔ اردو ڈرامہ کا یہ مجموعہ ان کی دوسری تصنیف ہے۔